ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

www.tanzeem.org

41

10تا16ذوالقعدہ1431ھ/19تا25اکتوبر2010ء

اسلام کا اصل مشن

دنیا کے اندر اسلام کا فرض اوّلین یہ ہے کہ جاہلیت کو انسانی قیادت کے منصب سے ہٹا کر زمام قیادت خود اپنے ہاتھ میں لے اور اپنے مخصوص طریق حیات کو جو مستقل اور جداگانہ اوصاف و خصائص کا حامل ہے، نافذ کرے۔ اس صالح قیادت سے اُس کا مقصد انسانیت کی فلاح و بہبود ہے جو صرف انسان کے اپنے خالق کے سامنے جھک جانے اور انسان اور کائنات کی حرکت میں توافق و ہم آہنگی قائم ہو جانے سے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ انسان کو اس مقام رفیع پر متمکن کرے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے تجویز کیا ہے اور خواہشات نفس کے غلبہ و استیلاء سے اُسے نجات دے۔ یہ وہی مقصد ہے جسے حضرت ربعی بن عامر نے فارسی فوج کے قائد رستم کے جواب میں بیان کیا تھا۔ رستم نے پوچھا تھا کہ ''تم لوگ یہاں کس غرض کے لیے آئے ہو؟'' ربعی نے کہا: ''اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے کہ ہم انسانوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر خدائے واحد کی بندگی میں داخل کریں۔ دنیا پرستی سے نکال کر اللہ کی بندگی میں لائیں اور دنیا و آخرت دونوں کی وسعتوں سے ہمکنار کریں، انسانی ادیان کے ظلم و ستم سے نجات دے کر انہیں اسلام کے عدل میں لائیں۔''

اسلام انسان کی ان نفسانی خواہشات کی تائید و توثیق کے لیے نہیں آیا جن کا انسان مختلف نظریات و تخیلات کے روپ میں گوناگوں رسم و رواج کے پردے میں اظہار کرتا رہا ہے۔ اسلام کی ابتدا کے وقت بھی ایسے نظریات و رسوم پائے گئے تھے اور آج بھی مشرق و مغرب میں انسانیت پر خواہشات نفس کا غلبہ و حکمرانی ہے۔ اسلام خواہشات کی اس حکمرانی کو مضبوط بنانے نہیں آیا، بلکہ اس لیے آیا ہے کہ وہ ایسے تمام تصورات و قوانین اور رسوم و روایات کی بساط لپیٹ دے۔ اور ان کی جگہ مخصوص بنیادوں پر انسانی زندگی کی تعمیر نو کرے، ایک نئی دنیا کی تخلیق کرے، زندگی کی نئی طرح ڈالے جس کا مرکز و محور اسلام ہو۔

جادہ و منزل

سید قطب شہیدؒ

اس شمارے میں

پرویز مشرف، ایک کردار

استحکام و دفاع پاکستان کا ناگزیر تقاضا

قرآن مجید سے تعلق کیونکر برقرار رکھا جائے (۱۷)

توبہ کی ضرورت و اہمیت

موت، ایک اٹل حقیقت

افغانستان پر یلغار کے لیے امریکی عوام کی ذہن سازی کیسے کی گئی

نیٹو سپلائی کی بحالی

''پہلی بیعت''

تنظیم اسلامی کی دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

الہدیٰ (438)

سورۃ التوبہ

(آیات: 41 تا 43)

ڈاکٹر اسرار احمد

اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۴۱﴾ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ؕ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۴۲﴾

’’تم سبکبار ہو یا گراں بار (یعنی مال واسباب تھوڑا رکھتے ہو یا بہت، گھروں سے) نکل آؤ اور اللہ کے راستے میں مال اور جان سے لڑو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہے بشرطیکہ سمجھو! اگر مال غنیمت سہل اور سفر بھی ہلکا سا ہوتا تو تمہارے ساتھ (شوق سے) چل دیتے لیکن مسافت ان کو دور (دراز) نظر آئی (تو عذر کریں گے) اور اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ اگر ہم طاقت رکھتے تو آپ کے ساتھ ضرور نکل کھڑے ہوتے۔ یہ (ایسے عذروں سے) اپنے تئیں ہلاک کر رہے ہیں۔ اور اللہ جانتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔ اللہ تمہیں معاف کرے۔ تم نے پیشتر اس کے کہ تم پر وہ لوگ بھی ظاہر ہو جاتے جو سچے ہیں اور وہ بھی تمہیں معلوم ہو جاتے جو جھوٹے ہیں ان کو اجازت کیوں دی؟‘‘

’’نکلو خواہ ہلکے ہو خواہ بوجھل‘‘ اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ تمہاری داخلی کیفیت یہ ہو کہ دل بوجھل ہو یا تمہارے اندر آمادگی ہو، دونوں صورتوں میں تمہیں جہاد کے لیے نکلنا ہے، اس لیے کہ یہ نفیر عام ہے۔ اب نکلنا فرض عین ہے۔ وہ وقت گیا، جب جہاد میں نکلنے کے لیے صرف ترغیب اور تحریض تھی۔ دوسرا مطلب یہ ہے کہ چاہے تمہارے پاس کافی ساز وسامان ہے اور چاہے ساز وسامان نہیں ہے دونوں صورتوں میں نکلو، اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔ یہی تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم علم رکھتے ہو۔

فرمایا، اے نبی ﷺ! اگر انہیں توقع ہوتی کہ جلد ہی مال غنیمت مل جائے گا اور اس مہم کے لیے سفر بھی زیادہ لمبا نہیں تو یہ سب آپ کے ساتھ چلتے لیکن اُن پر تو یہ چیز بڑی بھاری پڑ رہی تھی کہ مسافت دور کی ہے، جس کے بارے میں حضور ﷺ نے بتا بھی دیا تھا۔ فتح مکہ کے موقع پر مدینے سے چلتے وقت معاملہ خفیہ رکھا گیا تھا۔ کیونکہ عام طور پر جنگوں کے معاملات خفیہ رکھے جاتے ہیں، مگر غزوۂ تبوک کے موقع پر پوری سکیم کا اعلان کر دیا گیا تھا کہ ہم روما کی سلطنت کے ساتھ ٹکراؤ کے لیے جا رہے ہیں، ہمیں تبوک تک جانا ہے۔ آپ نے کوئی چیز راز میں نہیں رکھی، تاکہ ہر شخص اپنے حالات کے مطابق تیاری کر لے، ہمت اور حوصلہ باندھ لے۔ بہر حال سب کو نکلنا ہے۔ اور یہ (منافقین) عنقریب اللہ کی قسمیں کھائیں گے کہ ہمارے اندر استطاعت نہیں، اگر ہوتی تو ضرور نکلتے۔ ہمیں فلاں مجبوری ہے، فلاں عذر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ اپنے آپ کو ہلاک کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

اے نبی ﷺ! آپ کو اللہ معاف فرمائے۔ آپ نے انہیں کیوں اجازت دے دی۔ یعنی کوئی منافق آیا، کوئی اور آیا اور کہا، حضور میری یہ مجبوری ہے مثلاً بیوی بیمار ہے، کوئی دیکھ بھال کرنے والا نہیں تو مجھے اجازت دے دیجیے، تو آپ نے اپنی طبیعت کی نرمی کی بنا پر اجازت دے دی۔ مگر اس سے اس کے نفاق کو cover مل گیا کہ وہ تو حضور ﷺ کی اجازت سے بیٹھا ہے، حالانکہ وہ تو منافق تھا۔ اگر آپ اجازت نہ بھی دیتے تب بھی اس نے نہیں جانا تھا۔ مگر اس صورت میں معلوم تو ہو جاتا کہ اس نے رسول ﷺ کی نافرمانی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اللہ آپ کو معاف کرے یا اللہ نے آپ کو معاف کر دیا، آپ نے کیوں ان کو اجازت دے دی۔ آپ اُن کو اجازت نہ دیتے یہاں تک کہ آپ پر واضح ہو جاتا کہ کون صادق الایمان ہے اور آپ جان لیتے کہ کون جھوٹا ہے۔ گویا منافق کا نفاق کھل کر سامنے آ جاتا۔

فرمان نبویؐ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

کون لوگ خسارے میں ہیں؟

عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ: اِنْتَهَيْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ فِیْ ظِلِّ الْكَعْبَةِ يَقُوْلُ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ هُمُ الْأَخْسَرُوْنَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ قُلْتُ مَا شَأْنِیْ أَيُرٰی فِیَّ شَیْءٌ مَا شَأْنِیْ فَجَلَسْتُ إِلَيْهِ وَهُوَ يَقُوْلُ فَمَا اسْتَطَعْتُ أَنْ أَسْكُتَ وَتَغَشَّانِیْ مَا شَاءَ اللّٰهُ فَقُلْتُ مَنْ هُمْ بِأَبِیْ أَنْتَ وَأُمِّیْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ الْأَكْثَرُوْنَ أَمْوَالًا إِلَّا مَنْ قَالَ هٰكَذَا وَهٰكَذَا وَهٰكَذَا (صحیح بخاری)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس وقت آپ کعبہ کے سایہ میں فرما رہے تھے کہ وہ لوگ گھاٹے میں ہیں قسم ہے کعبہ کی وہ لوگ گھاٹے میں ہیں، میں نے عرض کیا کہ میری کیا حالت ہے؟ کیا مجھ سے کوئی بات نظر آئی ہے؟ کیا بات ہے؟ چنانچہ میں آپ کے پاس بیٹھ گیا اور آپ یہ فرماتے جاتے تھے، میں خاموش نہ کر سکا اور جب تک اللہ نے چاہا مجھ پر غم کی کیفیت طاری رہی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں وہ کون لوگ ہیں، آپ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو زیادہ مال والے ہیں مگر وہ جو اس طرح اور اس طرح (خرچ کرتے ہیں)۔‘‘

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

قیام خلافت کا نقیب

ہفت روزہ
لاہور

ندائے خلافت

جلد 19 | 10 تا 16 ذوالقعدہ 1431ھ | شمارہ 41
19 تا 25 اکتوبر 2010ء

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
نائب مدیر: محبوب الحق عاجز

مجلس ادارت
ایوب بیگ مرزا
محمد یونس جنجوعہ
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638 فیکس: 36271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے ماڈل ٹاؤن لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک ...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا ---------------- (2000 روپے)
یورپ ایشیا افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ کینیڈا آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں
چیک قبول نہیں کیے جاتے

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی رائے
سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پرویز مشرف ایک کردار

ہم نے سابق صدر پرویز مشرف کے خلاف قلم اُٹھایا تو ہمیں اندازہ تھا کہ ایک مختصر سے ہفت روزہ کے دو صفحات ملک وملت کے اِس دشمن کے جرائم کا احاطہ نہیں کرسکیں گے۔ اِسی لیے ہم نے فردِ جرم عائد کرنے سے پہلے تحریر کر دیا تھا کہ اِن کے جرائم کی طویل فہرست میں سے چند ایک جرائم کا ہم ذکر کررہے ہیں۔ اِس کے باوجود ہمارے جوشیلے اور غصیلے قسم کے قاری ہم پر برس پڑے کہ فلاں جرم کا ذکر نہیں کیا گیا۔ خود ہمیں بھی جنگ کے بعد گھونسا یاد آیا لیکن قلمکاروں کو بہرحال ایک advantage ہوتا ہے، ایک سہولت ہوتی ہے کہ یہ گھونسا اپنے منہ پر مارلینے کی ضرورت اِس لیے محسوس نہیں ہوتی کہ اگلے روز، اگلے ہفتہ یا زیادہ سے زیادہ اگلے ماہ پھر دشمن میدانِ جنگ میں اُس کے سامنے موجود ہوتا ہے۔ قلم کی جنگ کی بات چھڑ گئی ہے تو ہم بات آگے بڑھانے سے پہلے یہ واضح کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ قلمکار کو بھی صرف اور صرف حق اور سچ کی بات کرنا ہوگی، اور قلم اگر دین کی اقامت، اُس کی سرفرازی اور اسلام کا جھنڈا بلند کرنے کے لیے استعمال ہو رہا ہے ہو تو وہ سونے پر سہاگہ ہے۔ لہٰذا دین دشمنوں اور ملت فروشوں کے خلاف مورچہ زن رہنا ہمارا فرض منصبی ہے۔

ہم پھر اپنی اس بات کا اعادہ کریں گے کہ مشرف سے ہماری قطعی طور پر کوئی دشمنی تھی، نہ ہے اور نہ ہی اُن کے سیاسی دشمنوں سے ہمارا دُور کا بھی کوئی تعلق یا واسطہ ہے۔ سچ پوچھیں تو دین و مذہب کے حوالے سے ہمارے تمام سابقہ اور موجودہ حکمرانوں کا طرزِ عمل انتہائی مایوس کن رہا لیکن پرویز مشرف نے جس انداز میں دین دشمنی، مسلم کُشی اور وطن فروشی کا مظاہرہ کیا، جس طرح اسلامی اقدار ہی نہیں عام انسانی اور اخلاقی اقدار کا جنازہ نکالا، وہ یقیناً بے مثل اور بے نظیر ہے۔ ہمارے ایک قاری نے ہمیں یاد دلاتے ہوئے کہا کہ آپ تاریخ کے اوراق اُلٹئے، دورِ جہالت میں بھی کبھی کسی نے دوسرے ملک کے سفیر سے وہ سلوک نہیں کیا ہوگا جو پرویز مشرف کے دور میں افغانستان کے سفیر عبدالسلام ضعیف سے ہوا تھا۔ جب ابھی ریاست کا وجود بھی قائم نہیں ہوا تھا، قبائلی نظام میں قبائل سینکڑوں سال ایک دوسرے سے جنگ وجدل میں مصروف رہتے، ایک دوسرے کے افراد کا قتل عام کرتے تب بھی صرف قبیلے کے سفیر کا احترام موجود تھا۔ لیکن ملا ضعیف کو سرِ بازار مارا پیٹا گیا۔ حالانکہ پاکستان دنیا کے اُن تین ممالک میں سے ایک تھا جنہوں نے افغانستان میں طالبان کی حکومت کو تسلیم کیا ہوا تھا اور ہمارے اُن کے ساتھ باقاعدہ سفارتی تعلقات تھے۔ پھر یہ کہ معاملہ مار پیٹ اور سر بازار ذلت و رسوائی پر ختم نہیں ہوا، اُنہیں دشمن امریکہ کے حوالے کر دیا گیا اور اُس نے ایک طویل مدت تک اُنہیں گوانتاناموبے کے پنجرہ میں قید رکھا اور وہاں اُن کے ساتھ غیر انسانی سلوک ہوتا رہا۔

کشمیر کا ذکر بھی گزشتہ ہفتہ کی تحریر میں نہ آسکا۔ وہ کشمیر جسے قائداعظم نے پاکستان کی شہ رگ کہا تھا۔ وہ کشمیر جہاں سے بہہ کر ہماری طرف آنے والا پانی ہمارے لیے زندگی اور موت کا باعث بنتا ہے۔ وہ کشمیر جس کے لیے ہم نے بھارت سے تین جنگیں لڑیں اور اسی کوشش میں اپنے ملک کا ایک حصہ بھی گنوا دیا۔ وہ کشمیر جس کے لیے ہزاروں مسلمان جان کی قربانی دے چکے ہیں، ہزاروں کشمیری دوشیزائیں اپنی عزت وعصمت سے ہاتھ دھو بیٹھی ہیں۔ وہ کشمیر جس کے لیے ہم اپنے غریبوں کے منہ سے نوالہ چھین کر حصولِ مقصد کے لیے وسائل مہیا کرتے رہے ہیں۔ اِس کشمیر کے حوالہ سے پرویز مشرف نے پاکستان کے دیرینہ موقف سے یوٹرن لیتے ہوئے ایسی تاریخی غلطی کا ارتکاب کیا کہ کشمیر کی آزادی کا مطالبہ بھی پاکستان کے لیے جرم بن کر رہ گیا اور یہ سب کچھ امریکہ کے حکم پر کیا گیا۔ گویا منہ سے کہا نہیں لیکن حقیقتاً کشمیر بھارت کی جھولی میں ڈال دیا۔ کشمیر کا لیڈر علی گیلانی جس نے اپنی جوانی جیل اور قید و بند میں گزار دی، جس نے کشمیر اور پاکستان کا نام کبھی الگ الگ نہیں لیا تھا، جو پاکستان سے والہانہ عشق کرتا تھا، اُسے "پاگل بڈھا"

کہا اور حریت کانفرنس تقسیم کرنے میں بھارت کی باقاعدہ مدد کی۔ قارئین کرام، کہاں تک ہم لکھیں گے کہاں تک آپ ہمیں نامکمل ہونے کا طعنہ دیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ پرویز مشرف کسی شخص کا نہیں ایک کردار کا نام ہے، ایک سوچ کا نام ہے، وہی سیکولر سوچ، ملحدانہ طرزِ عمل اور ''بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' پر یقینِ محکم اور پختہ ایمان رکھنے والا کردار۔ لہٰذا اس سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا کہ پرویز کے ساتھ مشرف لگا ہوا ہے یا رشید یا اشرف یہاں تک کہ پرویز کے ساتھ الٰہی کا لاحقہ لگا کر بھی یہ طبقہ اُسی کردار کا دم بھرتا ہے۔

قارئین کرام! لمحہ فکریہ ہمارے لیے ہے۔ ہمیں منہ گریبان میں ڈالنے کی ضرورت ہے کہ تریسٹھ سال سے یہ طبقہ ہم پر مسلط کیوں ہے۔ ہم غلام ابن غلام جیسا رویہ کیوں اختیار کیے ہوئے ہیں۔ یہ سمجھنے کے لیے سقراط یا بقراط کا فلسفہ کھنگالنے کی ضرورت نہیں ہے، سیدھی سی بات ہے، ہم خود دینِ اسلام میں پورے کے پورے داخل نہیں ہوئے۔ ہم نے بھی چند عقائد اور رسوم عبودیت کو اسلام کا نام دے رکھا ہے۔ ہم نے بھی اللہ کو مساجد یا ڈرائنگ رومز تک محدود کر دیا ہے۔ ہم بھی وظائف و اوراد سے آگے بڑھنے کا نام نہیں لیتے۔ ہماری سوچ بھی اسلام کے حوالہ سے اس حد تک محدود ہوگئی ہے کہ رزق کی تنگی ہو تو فلاں دعا اور بدنظر سے بچنے کے لیے یہ دعا اور شفاء عاجلہ کے لیے وہ دعا، علاوہ ازیں صاحب ثروت حضرات اگر حج اور عمرے کرتے رہیں اور مساجد میں قالین بچھادیں تو دین کی ذمہ داری کلیتاً ادا ہوگئی، اللہ اللہ خیر سلا۔ نہیں، قارئین کرام نہیں، مذہبی فریضہ کی ادائیگی ضرور ہوئی ہے لیکن جزوی اور ادھوری ہوئی ہے مکمل اور کلیتاً نہیں ہوئی۔ جب تک اسلام حکومتی سیکرٹریٹ میں داخل نہیں ہوتا، جب تک اسلام ہماری عدالتوں میں حَکم کی حیثیت نہیں اختیار کرتا، جب تک اسلام، ایمان اور جہاد ہماری فوج کا حقیقی ماٹو نہیں بنتا، جب تک اسلام ہمارے بازاروں اور مارکیٹوں میں نظر نہیں آتا، ہماری دینی ذمہ داری مکمل طور پر ادا نہیں ہوگی۔ اُس وقت تک پرویز مشرف ہم پر مسلط ہوتے رہیں گے، ہم دینی اور مذہبی حوالہ سے پسپا ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ بات غلام احمد پرویز سے ہوتی ہوئی خسرو پرویز تک پہنچ سکتی ہے چاہے وہ بش یا اوبامہ کے روپ میں ہو یا منموہن سنگھ اور یا نتین یاہو کے روپ میں ہو۔ یہ بھی یاد رہے کہ پسپائی اگر جسمانی اور عسکری ہو تو کسی وقت پیش قدمی میں بدلنے کی توقع کی جاسکتی ہے لیکن اگر ذہنی فکری اور اعتقادی ہو تو یہ غارت گری کا عمل مکمل کیے بغیر پیچھا نہیں چھوڑتی الا یہ کہ عزم نو کے ساتھ ہر سطح پر جہاد کیا جائے۔ البتہ یہ جہاد ایک ترتیب کے ساتھ ہو، مرحلہ وار ہو، وقت کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہو۔ پھر اگر نوبت قتال تک بھی پہنچے تو میدان میں اترنا ہمارا دینی فریضہ ہوگا۔ پرویز مشرف کے قتل سے ہمارا مسئلہ حل نہیں ہوگا، اُس کردار کو ختم کرنا ہوگا۔ اُس پنیری کو مسل دینا ہوگا جہاں سے پرویز مشرف پھوٹتے ہیں، اُن مونگوں کو بند کرنا ہوگا جو پرویز مشرف اُگل رہے ہیں اور یہ کارنامہ سرانجام دینے کے لیے تعمیرِ کردار کی ضرورت ہے، نفس کی اصلاح کی ضرورت ہے، معاشرے کو خیر اور نیکی کی دعوت دینے کی ضرورت ہے، پھر آگے بڑھتے ہوئے اللہ اور رسول ﷺ کے عطا کردہ نظام کو نافذ اور قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ کام اُس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک قارئین آپ کسی کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دیں گے، جب تک کسی جماعتی نظم میں پروئے نہ جائیں گے۔ یہ فرد کے بس کی بات نہیں، اجتماعی سطح پر سرانجام دیئے جانے والا کام ہے۔ آیئے! آگے بڑھیں، ہاتھوں میں ہاتھ دیں اور پرویزیت کا خاتمہ کرکے معاشرے اور ریاست کو مشرف بہ اسلام کریں۔ اسی کے لیے کوشش اور جدوجہد ہمارا دینی فریضہ ہے۔ ہم اسی لیے مسلمان ہیں ہم اسی لیے نمازی ہیں۔

بیانیہ مجلس اسرار

پاکستان کی بقاو استحکام اور دفاع کا ناگزیر تقاضا

نظامِ خلافت کا قیام

ہمیں جو سیاسی و اقتصادی نظام ـــــ اور سماجی اور معاشرتی اقدار انگریز سے وراثت سے ملی تھیں، اور جنہیں ہم نے "Status Quo" کے انداز میں نہ صرف عملاً بلکہ ذہناً بھی برقرار رکھا ہوا ہے، اس کے اہم خدوخال یہ ہیں:

1۔ مخلوط قومیت یعنی نیشنلزم کا وہ تصور جس نے مغرب کے سیکولرازم کی کوکھ سے جنم لیا ہے اور جس کی کلی نفی کی بنیاد پر پاکستان کی تحریک چلائی گئی تھی۔

2۔ پارلیمانی جمہوریت جس کی ابتدائی تربیت بھی انگریز نے ہمیں دے دی تھی۔

3۔ صوبوں کے نام اور حدود جو انگریز نے اپنی انتظامی مصلحتوں کے تحت معین کی تھیں اور جنہیں ہم مستقل اور دائمی ہی نہیں، مقدس سمجھے بیٹھے ہیں!

4۔ بینکنگ کا وہ نظام جس کی بنا پر ہماری پوری صنعت و تجارت بلکہ پوری معیشت میں سود کی نجاست سرایت کیے ہوئے ہے اور جس کے نتیجے میں گویا پوری قوم اور پورا ملک اللہ اور رسول ﷺ سے برسرِ پیکار ہے۔

5۔ جوئے، سٹے اور لاٹری کی وہ لعنتیں جنہیں قرآن مجید نے ﴿رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ﴾ (شیطان کے ناپاک کام) قرار دیا ہے۔

6۔ جاگیرداری اور غیر حاضر زمینداری (Absentee Land lordism) کا وہ نظام جو ظلم اور استحصال کی سب سے بڑی اور مکروہ ترین صورت ہے اور جس میں دوبار کی نام نہاد اصلاحات کے باوجود کوئی بنیادی فرق واقع نہیں ہوسکا۔

7۔ وہ مخلوط معاشرت جس کے نتیجے میں مغرب میں شرم وحیا اور عفت و عصمت کا دیوالہ نکلا، گھر کا سکون ختم ہوا اور خاندان کا نظام درہم برہم ہوگیا اور یہ آخری شے تو وہ ہے جو انگریز کے دور حکومت میں بھی ہمارے معاشرے میں اس درجہ راسخ نہیں ہوسکی تھی جتنی آج ہے اور روز بروز دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔

اب ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پورے نظام کو بدلنے کے لیے ایک عوامی تحریک برپا کی جائے، اور اس نظام عدلِ اجتماعی کو قائم کرنے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی جائے جس کا مجموعی عنوان ''نظامِ خلافت'' ہے اور جس کے بارے میں مفکر اور مصور پاکستان نے فرمایا تھا ؏ ''تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار۔ لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر!''۔ اس لیے بھی کہ یہی قیام پاکستان کا اصل مقصد تھا، اور اس لیے بھی کہ یہی پاکستان کی بقا اور استحکام کا ضامن بن سکتا ہے۔ پاکستان کے دفاع کے لیے ایک طرف جہاں یہ ضروری ہے کہ ہم افواجِ پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنائیں۔ دوسری طرف وہاں پاکستان کا اصل اور حقیقی دفاع اس میں مضمر ہے کہ یہاں اسلام کے ''نظام خلافت'' کو بہ تمام وکمال رائج و قائم کریں۔

قرآن مجید سے تعلق کیسے برقرار رکھا جائے؟ (IV)

یکم اکتوبر 2010ء مسجد جامع القرآن قرآن اکیڈمی لاہور میں
امیر تنظیم اسلامی محترم **حافظ عاکف سعید** صاحب کا خطابِ جمعہ

[آیاتِ قرآنی کی تلاوت اور خطبۂ مسنونہ کے بعد]

حضرات! اِن اجتماعاتِ جمعہ میں اس حوالے سے گفتگو ہو رہی ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ ہمارا رویہ کیسا ہونا چاہیے۔ قرآن پر ایمان کے بعد وہ کیا چیز ہے جو ہم سے مطلوب ہے۔ مسلمانوں کا قرآن کے ساتھ عمومی رویہ یہ ہے کہ اِسے محض متبرک کتاب سمجھ رکھا ہے۔ اِسے ریشمی جزداں میں لپیٹ کر طاق میں رکھ دیا جاتا ہے، اور کبھی اُسے پڑھنے سمجھنے کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کبھی پڑھتے بھی ہیں تو اُس وقت جب کبھی مردے کو ایصالِ ثواب مقصود ہو، یا کسی پر جان کنی کا عالم ہو۔ علامہ اقبال نے ہماری اِسی حالت پر اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا تھا ؎

با آیاتش ترا کارے جز ایں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

(اے مسلمان تجھے اس قرآن سے اس کے سوا کوئی سروکار نہیں کہ مرتے ہوئے شخص کو سورۃ یٰسین سنادی جائے، تاکہ اس کی جان آسانی سے نکل جائے۔)

قرآن کے تعلق سے ہمارا یہ رویہ اس بات کی علامت ہے کہ ہم اللہ کی کتاب کے ضمن میں اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کو تیار نہیں۔ اس رویہ پر نظرِ ثانی کی جانی چاہیے۔ اگر فی الواقع ہم کو قرآن مجید کے ساتھ اپنا مضبوط تعلق قائم رکھنا ہے، تو ضروری ہے کہ اس کتابِ عظیم کو تھاما جائے، اس کے دامن سے وابستہ ہوا جائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا﴾ (آل عمران:103) ”اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ نہ کرو۔“

اللہ کی اِس کتاب کو ہم کیسے تھامیں؟ اِس کے لیے پہلی چیز اس پر پختہ ایمان ہے۔ ہمیں یہ یقین ہو کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے، جو ہماری ہدایت اور رہنمائی کے لیے نازل ہوئی ہے۔ اِسے اللہ کی کتابِ ہدایت ماننا محض زبانی نہ ہو، بلکہ اِس بات پر ہمارا دل گواہی دے۔ اس لیے کہ حقیقی شے دل کی گواہی ہے۔ اصل ایمان عبارت ہی دل کی گواہی سے ہے، ورنہ زبان سے تو منافقین بھی ایمان لائے تھے۔

دوسرا تقاضا قرآن مجید کی تلاوت کرنا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ بکثرت کتاب اللہ کی تلاوت کریں، تلاوت کا حق ادا کریں۔ یہ نہ ہو کہ رمضان میں ایک دو دفعہ تلاوت قرآن کی تکمیل کر لی، اُسے سن لیا اور بس! نہیں، بلکہ لازم ہے کہ تلاوت کو روزانہ کا معمول بنایا جائے۔ صحابہ کرام ؓ کا قرآن مجید کے ساتھ قلبی لگاؤ اور تعلق کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر ہفتے میں تہجد کی نماز میں قرآن کی تلاوت مکمل کیا کرتے تھے۔ اگر ہم سے اِس قدر تلاوت نہ بھی ہو سکے تو روزانہ کم از کم ایک پارہ تو ہمیں ضرور پڑھنا چاہیے۔ تلاوت ہی سے ایمان بنے گا اور یقین کی دولت ہاتھ آئے گی۔

تیسرا تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کو سمجھا جائے۔ قرآن کتابِ ہدایت ہے۔ اس ہدایت سے استفادہ تبھی ہو سکے گا جب ہم اس کو سمجھیں گے۔ جب معلوم ہی نہ ہو کہ قرآن کیا کہتا ہے، اس نے کیا احکامات دیے ہیں، کن باتوں سے روکا ہے، کیا حلال اور کیا حرام ہے تو پھر قرآن پر عمل کیسے کریں گے۔ سمجھنے کے دو درجے ہیں۔ ایک تذکر ہے۔ تذکر یہ ہے کہ قرآن کا جو اصل پیغام ہے، اُس کو اخذ کیا جائے۔ یہ پیغام قرآن کی اوپری سطح پر موجود ہے، ہر سچا طالبِ ہدایت اِسے اخذ کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے تذکر یاددہانی کے لیے قرآن حکیم کو بہت آسان بنایا ہے۔ سمجھنے کا دوسرا درجہ تدبر کا ہے، یعنی قرآن کے مضامین میں غوطہ زنی کی جائے اور اس سے حکمت کے موتی نکالے جائیں۔ تدبر کے اعتبار سے اگرچہ قرآن انتہائی مشکل کتاب ہے تاہم اس درجے کا فہم بھی ہر ایک کے لیے ضروری نہیں۔

چوتھا تقاضا یہ ہے کہ قرآن پر عمل کیا جائے، اس کی پیروی کی جائے، اس کے مطابق زندگی گزاری جائے، اِسے زندگی کا لائحہ عمل بنایا جائے۔ اِسی کو اپنی زندگی کا امام اور رہنما بنایا جائے۔ دعائے ختم قرآن میں، جو آپ میں بہت سے لوگوں کو یاد ہوگی یہ الفاظ آتے ہیں:

((اَللّٰهُمَّ ارْحَمْنِيْ بِالْقُرْاٰنِ الْعَظِيْمِ وَاجْعَلْهُ لِيْ اِمَامًا وَّنُوْرًا وَّهُدًى وَّرَحْمَةً))

”اے اللہ! تو اس قرآن کے ذریعے مجھ پر رحم فرما، اور اس کو میرے لیے امام بنا دے (یہ آگے آگے ہو اور میں اس کے پیچھے چلوں)۔ اِسے میرے لیے نور بنا دے (جس کی روشنی میں میں شاہراہِ حیات پر آگے بڑھوں) اِسے میرے لیے مجسم ہدایت بنا دے (کہ میں اس کے مطابق زندگی گزاروں) اور اس کو میرے لیے رحمت بنا دے۔“

بلاشبہ قرآن مجید حصولِ رحمتِ الٰہی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اِسے مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ رحمت کا ذریعہ اُسی کے لیے بنے گا جو اس کے حقوق ادا کرے، ورنہ آدمی کے لیے رحمتِ الٰہی سے محرومی ہوگی۔ حدیث میں آتا ہے: ((القرآن حجۃ لک او علیک)) ”یہ قرآن یا تو تمہارے حق میں حجت (اور دلیل) بنے گا یا پھر تمہارے خلاف۔“ اگر ہم اس کے حقوق ادا کریں گے تو یہ ہماری شفاعت کرے گا، اور اگر نہیں کریں گے تو یہ ہمارے خلاف گواہی دے گا۔ اللہ کی عدالت میں یہ کہے گا کہ تم دنیا کے حقیر فوائد کے لیے تو ہر زبان سیکھنے کے لیے تیار رہے، اس کے لیے وقت لگاتے رہے، لیکن مجھ

(قرآن) کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے تمہارے پاس کوئی وقت نہ تھا۔ اللہ کے رسول نبی کریم ﷺ بھی قرآن کو ترک کرنے والے کے خلاف گواہی دیں گے۔ جیسا کہ سورۃ الفرقان میں فرمایا:

﴿وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾﴾

''اور پیغمبر کہیں گے کہ اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑ رکھا تھا۔''

قرآن پر عمل کے دو پہلو ہیں۔ ایک انفرادی زندگی میں اس پر عمل کرنا ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ حقوق اللہ کیا ہیں، ایک انسان کا اپنے والدین، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے ساتھ کیا رویہ رکھنا چاہیے۔ اُسے معاشی زندگی میں کن چیزوں سے بچنا چاہیے، معاشرتی زندگی میں کن چیزوں کو اختیار کرنا چاہیے اور کن چیزوں سے بچنا چاہیے۔ قرآن وسنت میں اِس بارے میں پوری رہنمائی کی گئی ہے۔ اس رہنمائی کو حرز جان بنانا چاہیے۔ اپنی شخصی اور عائلی زندگی میں بھی اسے اختیار کیا جانا چاہیے۔ اور پھر اپنی اجتماعی حیات میں بھی قرآن و سنت کی روشن تعلیمات پر عمل ہو۔ قرآن و سنت کی احکامات کو نافذ ہوں۔ اسلام نے جن چیزوں کو حرام بتایا ہے، اُن کا انسداد ہو، مثلاً سود، رشوت خوری، جوا، لاٹری، بے حجابی، بے حیائی وغیرہ۔ افسوس کہ ہم مسلمانوں کو اس کی کوئی پروا ہی نہیں۔ شریعت کے نفاذ کی طرف ہماری توجہ ہی نہیں۔ سود اور جوئے نے ہمیں اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ پوری قوم سود کے شکنجے میں جکڑی جاچکی ہے۔ میڈیا پر منافع کے نام سے اس کی ترغیب دی جارہی ہے۔ بنک اور مالیاتی ادارے سود کو خوشنما بنا کر پیش کررہے ہیں۔ حالانکہ سود کی اس قدر شناعت آئی ہے کہ قرآن میں اسے اللہ اور رسول ﷺ کے خلاف اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث کے مطابق سود کے گناہ کا ہلکا درجہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ماں سے بدفعلی کرے۔ پھر ہمارے ہاں بے حجابی اور بے حیائی کی بھی زور وشور سے ترویج کی جارہی ہے۔ بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگیا کہ فحاشی وعریانی میڈیا کا شعار بن چکی ہے۔ نہ صرف الیکٹرانک میڈیا بلکہ پرنٹ میڈیا پر بھی اخلاق باختہ اشتہارات شائع ہورہے ہیں۔ نوائے وقت جیسے نظریاتی اخبارات میں موبائل فون کمپنیوں کے عریانیت پر مبنی اشتہار چھپ رہے ہیں۔ ایسے اشتہارات سے معاشرے میں بے حیائی کو فروغ حاصل ہورہا ہے۔

قرآن حکیم کے مطابق یہ ایک شنیع کام ہے اور ایسا کرنے والوں کے لیے دنیا وآخرت میں سخت سزا ہے۔ لیکن ہمیں قرآنی ہدایات سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ ہمیں اسلامی شریعت اور قانون کے نفاذ کا احساس ہی نہیں ہے۔ ہم زبان حال سے یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم وہ نظام بنائیں گے، اور وہ معاشرہ تشکیل دیں گے جو ہماری نفسانی خواہشات کے مطابق ہو۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ اسلام کے سراسر خلاف چلتے ہوئے ہماری پیشانی پر بل بھی نہیں آتا۔ میں جب پہلی بار افغانستان گیا تو جو چیز وہاں نمایاں طور پر مجھے دکھائی دی وہ ستر وحجاب کی پابندی ہے۔ مجھے وہاں کوئی بھی بے پردہ عورت نظر نہ آئی، نہ موسیقی کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔ یہ صورتحال دیکھ کر مجھے ایسا لگا کہ یہی یہ میرا اصل گھر ہے، جہاں اپنی نگاہوں کی حفاظت کرنا آسان ہے۔ ہمارے یہاں پاکستان میں تو ہر طرف بے حجابی ہے۔ آپ اپنی نظروں کی حفاظت بڑی مشکل ہی سے کرسکتے ہیں۔ بہرکیف اجتماعی زندگی میں قرآن پر عمل کا لازمی تقاضا یہ ہے کہ قرآن مجید کے عادلانہ نظام کو قائم کیا جائے۔ امن وامان، عدل وانصاف

پریس ریلیز: 08/ اکتوبر 2010ء

امریکی خفیہ ایجنسی کے اس انکشاف کے بعد کہ پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں سی آئی اے، بلیک واٹر اور موساد ملوث ہیں ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں

حسین حقانی کے اس بیان سے کہ ڈرون حملے پاکستان خود کررہا ہے یہ واضح ہوگیا ہے کہ اصل مجرم خود حکومت ہے

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات کو خودکش حملے قرار دے کر حکومت امن وامان کے قیام کی اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہوجاتی ہے۔ یہ بات امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے جامع مسجد قرآن اکیڈمی میں عبداللہ شاہ غازیؒ کے مزار پر حالیہ دہشت گردی کی کارروائی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہی۔ انہوں نے کہا کہ ایک امریکی خفیہ ایجنسی نے یہ انکشاف کیا ہے کہ پاکستان میں دہشت گردی کے واقعات میں سی آئی اے، بلیک واٹر اور موساد ملوث ہیں۔ یہ دہشت گردی حقیقت میں پاکستان کے حصے بخرے کرنے کی ایک امریکی سازش کا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر ان واقعات کی تحقیقات کر کے حقائق کو سامنے لایا جائے تو ان سازشوں کا تدارک ممکن ہے لیکن افسوس ایسا نہیں کیا گیا۔

امیر تنظیم اسلامی نے مزید کہا کہ حسین حقانی کے اس بیان سے کہ ڈرون حملے پاکستان خود کررہا ہے یہ واضح ہوگیا ہے کہ اصل مجرم خود حکومت ہے اور اگر یہ حملے امریکہ کررہا ہے تب بھی حکومت کی اجازت ہی سے ہورہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ کور کمانڈرز کے اجلاس کا یہ فیصلہ خوش آئند ہے کہ آئندہ امریکا کی طرف سے پاکستان کی سرحدی خلاف ورزی پر جوابی کارروائی کی جائے گی۔ انہوں نے کہا کہ سابقہ حکمرانوں کو اگر نائن الیون کے موقع پر یہ بات سمجھ آجاتی کہ ہمارا حقیقی دشمن امریکا ہے اور اس کا اصل ٹارگٹ افغانستان نہیں پاکستان ہے اور ہم اس کے سامنے ڈٹ جاتے تو نوبت یہاں تک نہ پہنچتی۔ انہوں نے کہا کہ اب بھی اگر ہم اپنی سابقہ کوتاہیوں پر اللہ سے معافی طلب کرتے ہوئے امریکا کے سامنے ڈٹ جائیں تو اللہ کی مدد ہمارے شامل حال ہوجائے گی اور ہم دشمن کے ارادے خاک میں ملانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر واشاعت تنظیم اسلامی پاکستان)

اور خوشحالی اسی نظام سے وابستہ ہے۔ سورۃ المائدہ میں فرمایا گیا:

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ مِّنْ رَّبِّهِمْ لَاَكَلُوْا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ ؕ﴾ (آیت:66)

''اور اگر وہ تورات اور انجیل کو اور جو (اور کتابیں) ان کے پروردگار کی طرف سے ان پر نازل ہوئیں، ان کو قائم رکھتے تو (ان پر رزق مینہ کی طرح برستا کہ) اپنے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے کھاتے۔''

ہم آج جن اقتصادی اور بدامنی کے بحرانوں کے شکار ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے شریعت نافذ نہیں کی، ورنہ ہمارے پاس کس چیز کی کمی ہے۔ اللہ نے ہمیں ہر قسم کے وسائل سے نواز رکھا ہے۔ ہمارے ملک میں تھر کول کے وسیع ذخائر ہیں، اگر اسی کو نکالا جائے تو ہمارے سارے قرضے بھی ختم ہو جائیں اور توانائی کا بحران بھی۔ لیکن شریعت سے روگردانی کی وجہ سے ہم پر اللہ کی پھٹکار ہے، جس کی بنا پر ہم اپنے وسائل سے فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ اللہ ہمیں بتا رہا ہے کہ دیکھو، میں نے تمہیں سب کچھ دیا ہے، مگر تم نے میرے دین سے غداری اور بے وفائی کی لہٰذا سب کچھ ہونے کے باوجود تم خوشحالی سے محروم رہو گے، تم قرض کی معیشت پر چلو گے، دوسروں کے دست نگر رہو گے، اپنے ہی عوام کا خون نچوڑو گے، تاکہ وہ حیوانیت کی سطح پر آ جائیں، انہیں روزی روٹی کے علاوہ آخرت کا کوئی خیال ہی نہ رہے۔ وہ ہر وقت اسی چکر میں رہیں کہ مکان کا کرایہ، یوٹیلٹی بل اور بچوں کی فیسیں کیسے ادا کریں۔ سودی معیشت کے ذریعے انسان کو حیوان بنا دو۔ وہ کولھو کے بیل کی طرح دن رات کام میں لگے رہیں، اور پھر بھی اُن کے لیے دو وقت کی روٹی کا حصول مشکل ہو۔ یہ سارے اثرات غلط نظام کے ہیں۔ یہ شریعت سے روگردانی کی سزا ہے کہ ایک طرف بھوک، غربت و افلاس ہے اور دوسری جانب سرمایہ دار طبقہ ہے جو اپنی تجوریاں بھرنے میں مصروف ہے۔ زلزلہ اور سیلاب متاثرین کے لیے آنے والی امداد کو بھی ہڑپ کر رہا ہے۔

افسوس کہ دینی طبقہ کی بھی نفاذ شریعت کی اہم ذمہ داری کی طرف توجہ نہیں ہے۔ تاہم یہ بات خوش آئند ہے کہ دینی حلقے اس حقیقت کا اب اظہار کرنے لگے ہیں کہ ہمارے موجودہ حالات شریعت سے روگردانی کی سزا ہے۔ کچھ عرصہ پہلے جامعہ اشرفیہ لاہور میں علماء کا ایک بہت بڑا اجتماع ہوا تھا، جس میں ملک کی موجودہ صورتحال پر غور ہوا۔ علماء نے متفقہ طور پر یہ قرار دیا تھا کہ ہم جس بدترین صورتحال سے دوچار ہیں اس کی وجہ شریعت نافذ نہ کرنا ہے۔ دوسری خوش آئند بات یہ تھی کہ انہوں نے یہ تسلیم کیا کہ مسائل کا اصل حل شریعت کا نفاذ ہے اور یہ کام ملک کے دینی طبقات اور مسلمانوں کی سیاسی جماعتوں کی بنیادی ذمہ داری ہے۔ الحمدللہ، وہ اس بات تک پہنچ گئے ہیں کہ یہ کام ہمیں کرنا ہے۔ اللہ کرے کہ نفاذ اسلام کی جانب عملاً پیش قدمی بھی کریں اور اس مقصد کے لیے عوامی تحریک برپا کریں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو ان شاء اللہ عوام بھی اُن کا ساتھ دیں گے۔ لیکن اس کے لیے انہیں مدارس اور خانقاہوں سے نکلنا ہوگا، اور رسم شبیری ادا کرنی ہوگی۔ انہیں اپنے عمل سے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اُن کی ترجیح اول کوئی اور چیز نہیں، صرف اور صرف نفاذ شریعت ہے۔ یقین کیجیے، اگر ہم اس رُخ پر آ گئے اور شریعت نافذ ہو گئی تو پھر پاکستان کو ضرور استحکام نصیب ہوگا۔ ہم عذابوں سے چھٹکارا پالیں گے۔ امن و امان بھی مثالی ہوگا اور بے مثال خوشحالی اور اقتصادی ترقی بھی! اور اہل پاکستان کو بے لاگ عدل و انصاف بھی میسر آئے گا۔

> **نوع انسانی تک قرآنی پیغام پہنچانے کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا جائے، تاکہ لوگ جان سکیں کہ قرآن کی دعوت کیا ہے**

اعتصام بالقرآن کا پانچواں تقاضا یہ ہے کہ ہر مسلمان حسب صلاحیت و استعداد قرآن کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائے۔ یہ ذمہ داری اصلاً تو اللہ کے رسول نبی کریم ﷺ کی تھی۔ آپؐ سے فرمایا گیا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسٰلَتَهٗ ؕ﴾ (المائدۃ:67)

''اے پیغمبر! جو ارشادات خدا کی طرف سے تم پر نازل ہوئے ہیں سب لوگوں کو پہنچا دو۔ اور اگر ایسا نہ کیا تو تم اللہ کے پیغام پہنچانے میں قاصر رہے۔''

آپؐ نے یہ ذمہ داری بتمام و کمال ادا فرمادی۔ آپؐ نے اللہ کی ہر بات اُس کے بندوں تک پہنچا دی اور تبلیغ کا حق ادا کر دیا۔ آپؐ کے بعد نبوت و رسالت کا دروازہ ابد آلاباد تک بند کر دیا گیا ہے۔ اب کوئی اور نبی اور رسول نہیں آئے گا۔ نبی کریم ﷺ کی بعثت کسی خاص قوم اور زمانے کے لیے نہیں۔ آپؐ پوری نوع انسانی کے لیے اور تا قیام قیامت رسول بنا کر بھیجے گئے۔ چنانچہ پوری نوع انسانی تک اللہ کا دین، اور پیغام پہنچانا اب آپؐ کی امت کی ذمہ داری ہے۔ لہٰذا امت کو چاہیے کہ وہ حق کی گواہی دے، کتاب اللہ کی تبلیغ کرے، اُسے اللہ کے بندوں تک پہنچائے۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا۔

((بلغوا عنی لو آیة))

''میری طرف سے (دوسروں کو) پہنچاؤ، چاہے ایک ہی آیت۔''

صحابہ کرام ؓ نے بھی یہ کام کیا اور بعد کے ادوار میں بھی یہ کام ہوتا رہا۔ ہمیں بھی یہ کام انجام دینا ہے۔ نوع انسانی تک قرآنی پیغام پہنچانے کا کم از کم تقاضا یہ ہے کہ دنیا کی ہر زبان میں قرآن مجید کا آسان ترجمہ کیا جائے، تاکہ لوگ جان سکیں کہ قرآن کی دعوت کیا ہے۔ افسوس کہ بحیثیت امت ہم اس ذمہ داری سے غافل ہیں۔ اس دور میں یہ کام اگر کسی درجے میں ہو رہا ہے تو سعودی عرب میں ہو رہا ہے۔ اگرچہ سعودی حکمرانوں نے بھی اپنے ہاں دین کو نافذ نہیں کیا، تاہم خیر و بھلائی کے بہت سے کام ہیں جو وہ انجام دے رہے ہیں۔ انہی میں سے ایک قرآن کا دنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنا ہے۔ مدینہ منورہ میں اس کام کے لیے ایک ادارہ ہے ''مجمع الملک فہد'' جس کے زیر اہتمام دنیا کی بیسیوں زبانوں میں قرآن کا ترجمہ ہو رہا ہے اور مترجم قرآن شائع کر کے اِن کو دنیا میں بھر میں پھیلایا جا رہا ہے۔ اگر مسلمانوں کا ایک خلیفہ ہو، تو یہ کام پوری امت مل کر کرے گی، تاکہ تبلیغ قرآن کی ذمہ داری سے عہدہ برا ہو سکے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اعتصام بالقرآن کے تقاضے پورے کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

[مرتب: محبوب الحق عاجز]

توبہ کی ضرورت واہمیت

شوکت اللہ شاکر

توبہ کے لفظی معنی ہیں ''لوٹنا''۔ اسی اعتبار سے شریعت کی اصطلاح میں توبہ کرنے کے معنی ہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی معصیت (نافرمانی) سے طاعت (فرمانبرداری) کی طرف لوٹنا۔ اسی لیے توبہ کی شرط یہ ہے کہ آدمی جو گناہ اور نافرمانیاں کر رہا ہو انہیں فوراً اور قطعاً چھوڑ دے اور دوبارہ ان کے نہ کرنے کا عزم اور عہد کرے۔ اس لیے کہ اگر وہ اس گناہ کو نہیں چھوڑتا تو گناہ اور نافرمانی سے لوٹنا نہ پایا جائے گا اور اگر اس گناہ کو آئندہ نہ کرنے کا عزم اور عہد نہیں کرتا، تو فرمانبرداری کی طرف لوٹنا نہ پایا جائے گا اور دونوں صورتوں میں توبہ درحقیقت توبہ نہ ہوگی۔

قرآن وحدیث میں توبہ کا استعمال دو طرح ہوا ہے۔ ایک یہ کہ اس توبہ (لوٹنے) کی نسبت بندہ کی طرف ہو یعنی لوٹنے والا بندہ ہو۔ بندہ کے توبہ کرنے کے معنی ہیں ''اللہ کی نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف لوٹنا''۔ اسی کو اُردو محاورہ میں ''توبہ کرنا'' کہتے ہیں۔ عربی میں اس کے لیے فعل "تَابَ" کے ساتھ "اِلٰی" کا صلہ استعمال ہوتا ہے۔ "تَابَ اِلَیْہِ" کا مطلب ہے "بندہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا''۔ دوسرا استعمال اللہ کی نسبت سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان بندوں کی نافرمانی سے ناراض ہوجاتا ہے اور اپنی رحمتِ خاصہ سے ان کو محروم کردیتا ہے۔ اس لیے اللہ کی طرف جب توبہ کی نسبت کی جائے (یعنی لوٹنے والے اللہ ہوں) تو توبہ کا مطلب یہ ہوگا کہ اللہ اپنے بندے کی طرف ناراضی سے رضامندی کی طرف لوٹ آیا، یعنی مہربان ہوگیا۔ عربی میں اس کے لیے فعل "تَابَ" کے بعد "عَلٰی" کا صلہ آتا ہے۔ تَابَ اللّٰہُ عَلَیْہِ کا اُردو میں ترجمہ ہوگا ''اللہ جل شانہ اس پر مہربان ہوگیا'' یا ''اس نے اسے معاف کردیا''۔

امام نوویؒ ریاض الصالحین میں باب التوبہ کے شروع میں تحریر فرماتے ہیں: ''علماء دین نے فرمایا ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے۔ اگر وہ گناہ جس سے آدمی توبہ کرتا ہے کوئی ایسی نافرمانی (معصیت) ہے جس کا تعلق کسی بندہ کے حق سے بالکل نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کے حق سے ہو تو اس گناہ سے توبہ کے صحیح اور معتبر ہونے کی تین شرطیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس گناہ اور نافرمانی سے کلی طور پر باز آجائے یعنی بالکل چھوڑ دے۔ دوسرے یہ کہ اس گناہ پر دل سے نادم اور شرمندہ ہو۔ تیسرے یہ کہ اس بات کا عزم کرے کہ پھر کبھی اس گناہ میں مبتلا نہ ہوگا۔ ان تین شرطوں میں سے اگر ایک شرط بھی نہ پائی جائے گی تو توبہ صحیح نہ ہوگی۔

اور اگر وہ گناہ جس سے آدمی توبہ کرتا ہے کوئی ایسی نافرمانی ہو جس کا تعلق کسی آدمی کے ساتھ ہے تو اس گناہ سے توبہ کے صحیح ہونے کی چار شرطیں ہیں۔ پہلی تین شرطوں کے ساتھ چوتھی شرط یہ ہے کہ اس شخص کے حق سے سبکدوشی بھی حاصل کرلے۔ اگر وہ حق مال وغیرہ کی قسم سے ہو یعنی کسی کا مال مار لیا ہو تو اس کو واپس کرے یعنی ادا کردے اور اگر تہمت کا معاملہ ہے تو اس کو حد لگانے کی گنجائش عطا کرے یا اس سے معاف کروائے اور اگر غیبت ہے تو اس سے معافی طلب کرے۔

نیز تمام گناہوں سے توبہ کرنا واجب ہے۔ اگر بعض گناہوں سے توبہ کرے تو اہل حق کے نزدیک ان بعض گناہوں سے توبہ صحیح ہے اور باقی سے توبہ کرنا اس کے ذمہ باقی رہے گا۔ کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماع امت کے دلائل توبہ کے فرائض ہونے پر شہادت دے رہے ہیں۔''

قرآن حکیم میں حکم دیا گیا ہے:

﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱﴾ (النور)

''اے مومنو! سب اللہ کے آگے توبہ کرو، تاکہ فلاح پاؤ۔''

اللہ تعالیٰ کے اوامر اور نواہی کی تعمیل میں کوتاہی اور کمی ہوتی رہتی ہے، لہٰذا اس کی تکمیل کے لیے اللہ کی طرف رجوع کرتے رہنا چاہیے۔ ایک روایت میں آتا ہے کہ ''تمام بنی آدم خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں۔'' اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ﴾ (ھود:3)

''اپنے پروردگار سے بخشش مانگو اور اس کے آگے توبہ کرو۔''

اس آیت کریمہ کے بارے میں مفسرین کے دو قول زیادہ مشہور و معروف ہیں۔ پہلا قول امام مقاتلؒ کا ہے۔ اُن کی رائے میں اس آیت میں توبہ سے مراد شرک وکفر سے توبہ کرنا ہے۔ دوسرا قول عام مفسرین کا ہے کہ اس سے مراد ہر قسم کا گناہ ہے۔ آدمی سے کسی بھی قسم کا کوئی گناہ ہوجائے تو فوراً اللہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور اس گناہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ اس آیت میں دو الفاظ استعمال ہوئے ہیں: استغفار اور توبہ۔ علماء فرماتے ہیں کہ استغفار کا تعلق پچھلے گناہوں سے ہوتا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنے گزشتہ گناہوں پر اللہ سے معافی مانگے۔ اور توبہ کا تعلق آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم سے ہے۔ توبہ یہ ہے کہ پچھلے گناہوں پر ندامت اور آئندہ کے لیے گناہ نہ کرنے کا عزم ہو۔ اسی وجہ سے صاحب قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ آدمی کو اگر پچھلے گناہوں پر ندامت ہی ہوتی رہے اور آئندہ گناہ چھوڑنے کا عزم نہ ہو تو یہ کذابین کی توبہ ہے۔

سورۃ التحریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے توبۃ النصوح کا حکم دیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا﴾ (التحریم:8)

''اے ایمان والو! تم اللہ کے سامنے توبہ کرو سچی توبہ۔''

"نَصُوْحًا" کو اگر نصح (نصیحت) سے لیا جائے تو اس کے معنی خالص کرنے کے ہیں، یعنی ایسی توبہ کی جائے جو ریاء ونمود سے پاک ہو۔ اور اگر نصاحت سے لیا جائے تو اس کے معنی کپڑے کو سینے اور جوڑ لگانے کے ہیں۔ اس صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اعمال صالحہ کا وہ لباس جو گناہ کی وجہ سے پھٹ گیا توبہ کرکے اس کو سینے اور جوڑنے کا اہتمام کیا جائے۔ حسن بصریؒ نے توبہ نصوحاً کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ آدمی اپنے گزشتہ بُرے عمل پر نادم ہو اور آئندہ اس کی طرف نہ لوٹنے کا

پختہ عزم کرے۔ کلبیؒ فرماتے ہیں کہ توبہ نصوحاً کا معنی یہ ہے کہ آدمی زبان سے استغفار کرے، دل سے نادم ہو اور بدن و اعضاء کو آئندہ اس گناہ سے روکے۔ اس سلسلہ میں حضرت علیؓ کی بات سب کو جامع ہے۔ فرماتے ہیں کہ توبہ میں چھ چیزیں جمع ہونی چاہئیں۔

1۔ اپنے گزشتہ بُرے عمل پر ندامت ہو۔
2۔ جو فرائض و واجبات اللہ تعالیٰ کے چھوڑ دیئے تھے اُن کو قضا کرے۔
3۔ کسی کا مال ظلماً لیا ہو تو اس کو واپس کرے۔
4۔ کسی کو زبان یا ہاتھ سے ستایا ہو تو اُس کی معافی مانگے
5۔ آئندہ اس گناہ کے پاس نہ جانے کا پختہ عزم ہو۔
6۔ جس طرح آدمی نے گناہ کر کے اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں دیکھا ہے، اب وہ اپنے نفس کو اطاعت کرتے ہوئے بھی دیکھے۔

امام غزالیؒ ''کیمیائے سعادت'' میں لکھتے ہیں کہ ''پیدائش سے لے کر موت تک گناہوں سے پاک رہنا فرشتوں کا کام ہے اور تمام عمر گناہوں میں غرق رہنا شیطان کا کام ہے جبکہ نادم ہو کر توبہ کرنا اور معصیت کی راہ چھوڑ کر شاہراہ عبادت میں قدم دھرنا آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کا کام ہے۔ جس آدمی نے توبہ کر کے پچھلے گناہوں کی تلافی کر لی اس نے آدم علیہ السلام سے اپنی نسبت درست کر لی اور جس نے مرتے دم تک گناہوں پر اصرار کیا اُس نے شیطان سے اپنی نسبت درست کر لی۔''

اللہ تعالیٰ نے انسان کے دل میں گناہ کا داعیہ اور تقاضا پیدا فرمایا ہے، ﴿فَأَلْهَمَهَا فُجُورَهَا وَتَقْوَاهَا﴾ (الشمس:8) ''پھر اس کو بدکاری اور پرہیزگاری سے بچنے کی سمجھ دی۔'' یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کے دل میں گناہ کا تقاضا بھی پیدا کیا ہے اور تقویٰ کا تقاضا بھی۔ اسی میں تو امتحان ہے۔ اس لیے کہ اگر انسان کے دل سے گناہ کا تقاضا ختم ہو جائے یا بالکل فنا ہو جائے تو پھر گناہوں سے بچنے میں انسان کا کیا کمال ہوا؟ پھر نہ تو نفس سے مقابلہ ہوا اور نہ شیطان سے معرکہ پیش آیا، پھر جنت کس چیز کے بدلے ملے گی؟ اس لیے کہ جنت تو اسی بات کا انعام ہے کہ دل میں گناہوں کے تقاضے اور داعیے پیدا ہوں لیکن انسان ان کو شکست دے کر اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت سے اور اُس کی عظمت وجلال سے ان تقاضوں پر عمل نہ کرے، تب جا کر انسان کا کمال ظاہر ہوتا ہے۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اس ذات کی قسم کے جس ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تم بالکل گناہ نہ کرو تو اللہ تمہارا وجود ختم کر دے، اور ایسے لوگوں کو پیدا کرے جو گناہ کریں اور پھر استغفار کریں اور پھر اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمادے۔'' (صحیح مسلم، کتاب التوبہ)

کوئی آدمی نیکی اور تقویٰ کے کتنے ہی بلند مقام پر پہنچ جائے لیکن گناہوں کے خیالات اور وساوس سے نہیں بچ سکتا۔ حضرت اغر المزنیؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: ''کبھی کبھی میرے دل پر بھی بادل سا آ جاتا ہے یہاں تک کہ میں اللہ جل جلالہ سے روزانہ سو مرتبہ استغفار کرتا ہوں۔'' (صحیح مسلم، کتاب الذکر) یہ کون فرما رہے ہیں؟ وہ ذات جن کو اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے پاک اور معصوم پیدا فرمایا ہے۔ آپؐ سے کسی گناہ کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں اور اگر کبھی آپؐ سے کوئی بھول چوک ہوئی بھی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اعلان فرمایا گیا کہ آپؐ کی اگلی پچھلی سب بھول چوک ہماری طرف سے معاف ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذَنبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ﴾ (الفتح:2)

''تاکہ اللہ آپؐ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردے۔''

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا: ''بخدا! میں ایک دن میں ستر بار سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے مغفرت اور توبہ کرتا ہوں''۔ حضرت اغر مزنیؓ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے لوگو! بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرو اور اس سے مغفرت طلب کرو، میں روزانہ سو بار توبہ کرتا ہوں۔'' علماء فرماتے ہیں کہ ان احادیث میں سو اور ستر کے اعداد سے گنتی مراد نہیں بلکہ استغفار اور توبہ کی کثرت کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے۔ اور ان جیسی روایات میں نبی اکرم ﷺ کا توبہ واستغفار کرنا دراصل امت کو توبہ کی تعلیم دینا ہے، کیونکہ نبی تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے مغفور ہوتا ہے۔ وہ معصوم عن الخطا ہوتا ہے، اس کے باوجود جب وہ توبہ واستغفار کا اتنا اہتمام فرمائے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ امت کو کس قدر توبہ کا اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ جو جتنا اللہ سے ڈرتا ہے اتنا ہی اس کو احساس ہوتا رہتا ہے کہ قصوروار ہوں جیسے کہ ایک روایت میں آتا ہے کہ مؤمن اپنے گناہوں کے بارے میں یہ خیال کرتا ہے کہ گویا اس پر پہاڑ گر رہا ہے اور فاسق وفاجر یہ سمجھتا ہے کہ جیسے کوئی مکھی ناک پر بیٹھی تھی، اس نے ہاتھ سے اُڑا دی۔ (مشکوٰۃ 1-206)

حضرت انس بن مالکؓ رسول اللہ ﷺ کے خادم نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ سے اس بدوی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جسے خطرناک جنگل میں نیند آ جائے، اس کے پاس ایک اونٹ ہو جس پر اس کا زادِ راہ اور سرمایہ لدا ہو۔ جب وہ جاگے تو اونٹ موجود نہ ہو، گھبرا کر اُٹھے اور سرگرمی سے اسے تلاش کرنا شروع کر دے۔ اُس کا حال یہ ہو جائے کہ بھوک پیاس کے سبب موت کا خطرہ لاحق ہو جائے۔ وہ بیزار ہو کر اپنی جگہ پلٹ آئے کہ مرنا ہے تو وہیں مرا جائے اور مرنے کے لیے تیار ہو کر بازو پر سر رکھ کر سو جائے۔ اچانک اس کی آنکھ کھلے تو اونٹ اسی طرح لدا پھندا سامنے موجود ہو۔ وہ اللہ کا شکر ادا کرنا چاہے اور خوشی میں یہ کہنے کی بجائے کہ تو میرا رب اور میں تیرا بندہ ہوں، یہ کہنے لگے کہ تو میرا بندہ اور میں تیرا رب ہوں۔ یہ اعرابی بدوی اپنے لٹے ہوئے سرمائے کو پا کر جتنا خوش ہوتا ہے اس سے زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنے گناہگار بندے کی توبہ سے خوشی ہوتی ہے۔

آج جبکہ ہمارا حال یہ ہے کہ ہم سرتاپا گناہوں میں غرق ہیں اور قدم قدم پر اللہ کی معصیت پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں، انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے فعل سے اللہ کے عذاب کو دعوت دے رہے ہیں۔ انفرادی سطح پر ہمارا حال یہ ہے کہ ہم نے مسلمان کہلانے کے باوجود ہندوانہ ومشرکانہ رسومات اور مغربی تہذیب کو سینے سے لگا رکھا ہے۔ جھوٹ، فریب، خیانت بدعہدی، ملاوٹ، رشوت، بددیانتی ہمارا شیوہ ہے۔ اجتماعی سطح پر ہمارا نظام معاشرت، نظام سیاست اور نظام معیشت آسمانی شریعت سے تعلق توڑ چکا ہے۔ ہماری بداعمالیوں کے سبب عذاب الٰہی کے کوڑے زلزلوں اور سیلابوں کی شکل میں برس رہے ہیں۔ لیکن ایک ہم ہیں کہ بیدار نہیں ہو رہے، اپنے مالک حقیقی کی طرف رجوع نہیں کر رہے۔ یہ زلزلے اور سیلاب ہمارے قومی جرائم کی سزا ہے۔ اب بھی وقت ہے کہ ہم اپنے رب کے دامن میں پناہ لیں، اس کی جناب میں سچی توبہ کریں، اس سے پہلے کہ مہلت ختم ہو جائے۔

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے ''سورج کے مغرب سے طلوع ہونے تک ہر رات اللہ تعالیٰ اپنا ہاتھ پھیلاتا

ہے، تاکہ دن بھر گناہ کرنے والا رات کو توبہ کرے اور دن کو ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات بھر گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔'' (مسلم شریف) نیز ارشادِ نبویؐ ہے، ''توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوگا جب تک سورج (بجائے مشرق کے) مغرب سے نہ نکلے (یعنی قیامت تک)'' (ترمذی) عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ عالم نزع طاری ہونے سے پہلے قبول کر لیتا ہے۔'' (ترمذی)

اس سے پہلے کہ عالم نزع طاری ہو یا سورج مغرب سے طلوع ہو، انسان کو اس مہلت عمر میں، جو لحہ بہ لحہ کم ہو رہی ہے، توبہ کا فی الفور اہتمام کر لینا چاہیے۔ شیطان انسان کو ورغلاتا ہے کہ ابھی تو بہت لمبی عمر پڑی ہے، ابھی تو تم جوان ہو، پھر توبہ کر لینا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری
وقت پیری گرگ ظالم می شود پرہیزگار

(بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی متقی اور پرہیزگار بن جاتا ہے۔ اصل توبہ جوانی کی توبہ ہے اور یہی پیغمبروں کا شیوہ ہے۔)

آدمی کو چاہیے کہ جوانی میں توبہ کرے جبکہ قوت اور طاقت موجود ہے، اور گناہوں کا تقاضا بھی شدت سے پیدا ہو رہا ہے اور گناہ کے مواقع بھی میسر ہیں مگر اس کے باوجود اللہ کے خوف سے آدمی گناہوں سے بچ جائے۔

شیطان کا ایک حربہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل میں مایوسی اور ناامیدی پیدا کر کے اسے بے عمل بنانا چاہتا ہے۔ وہ اسے سمجھاتا ہے کہ تو نے اتنے بڑے بڑے اور ڈھیر سارے گناہ کیے ہیں۔ نیز کئی بار توبہ کر کے اسے توڑ چکا ہے۔ ان سے توبہ اور مغفرت کیسے ہوگی یعنی اسے بتاتا ہے کہ اب واپسی کا کوئی راستہ نہیں۔ یہ سب شیطانی وساوس اور خیالات ہیں۔ بندہ کو مایوس ہونے کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ اس کے رحیم و کریم پروردگار کی رحمت یہ ہے کہ بندہ کو مہلت دیتا ہے کہ گناہ کے بعد گناہ سے توبہ کرے، معافی مانگ لے، تاکہ اس کے نامۂ اعمال میں اسے لکھنا ہی نہ پڑے لیکن اگر کوئی شخص توبہ نہ کرے تو پھر یہ گناہ لکھ لیا جاتا ہے اور اس لکھنے کے بعد بھی مرتے دم تک اللہ نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہے تاکہ آدمی جب چاہے توبہ کر کے اپنے نامۂ اعمال سے گناہوں کو مٹوا لے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اگر سو بار توبہ کر چکے اور توبہ توڑ چکے ہو تو پھر بھی توبہ کر لو اور گناہ سے رُک جاؤ، توبہ کا دروازہ پھر بھی کھلا ہے۔ جب توبہ کا دروازہ کھلا ہے تو پھر مایوسی کیسی؟ سخت سے سخت گناہگار آدمی کی توبہ بھی قبول ہوتی ہے اور اللہ اس کی مغفرت فرماتا ہے۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے کہ سو آدمیوں کے قاتل کی بھی توبہ قبول کی گئی ہے اور اسے معاف کیا گیا۔

معروف سکالر اور مشہور مبلغ و مدرسِ قرآن جناب ڈاکٹر اسرار احمدؒ لکھتے ہیں: ''ہماری موجودہ زبوں حالی کا علاج اجتماعی توبہ ہے۔ اگرچہ اجتماعی توبہ کا نقطہ آغاز انفرادی توبہ ہی ہے، لیکن انفرادی توبہ کے ذریعے صرف اُخروی نجات کی ضمانت مل سکتی ہے۔ انفرادی توبہ خواہ کتنی ہی سچی ہو اور انسان ذاتی اعتبار سے خواہ کتنا ہی متقی و صالح اور عابد و زاہد کیوں نہ بن جائے، اگر قوم کی مجموعی حالت تبدیل نہ ہو اور وہ بحیثیت مجموعی عذاب خداوندی کی مستحق بن جائے تو جس طرح چکی میں گیہوں کے ساتھ گھن بھی پس جاتا ہے، اسی طرح جب کسی قوم پر دنیا میں اجتماعی عذاب آتا ہے تو اس کی لپیٹ میں بدکاروں اور بدمعاشوں کے ساتھ ساتھ بے گناہ لوگ بھی آ جاتے ہیں جیسے کہ سورۃ الانفال کی آیت 25 میں فرمایا: ''اور ڈرو اس عذاب سے جو تم میں سے صرف بدکاروں اور گناہ گاروں ہی پر نہیں آئے گا، (بلکہ سب لوگ اس کی لپیٹ میں آ جائیں گے) اور جان لو کہ اللہ سزا دینے میں بہت سخت ہے — اس سے بھی زیادہ قابل حذر معاملہ وہ ہے جو ایک حدیث مبارکہ میں بیان ہوا ہے۔ جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ فلاں اور فلاں بستیوں کو ان کے رہنے والوں سمیت الٹ دو۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا کہ پروردگار! اس میں تو تیرا فلاں بندہ بھی رہتا ہے جس نے آج تک کبھی پلک جھپکنے جتنی دیر بھی معصیت میں بسر نہیں کی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اُلٹ دو اس بستی کو پہلے اُس پر اور پھر دوسروں پر، اس لیے کہ (اپنی تمام تر ذاتی نیکی اور پارسائی کے باوصف، اس کی دینی بے حمیتی کا حال یہ ہے کہ میرے دین و شریعت کی حمایت و حفاظت میں کوئی عملی سعی و جہد تو درکنار) میری غیرت کے باعث کبھی اس کے چہرے کا رنگ بھی متغیر نہیں ہوا۔'' (سنن بیہقی)

دنیا میں کسی قوم کے اللہ کے عذاب سے بچنے کی واحد صورت ''اجتماعی توبہ'' ہے۔ اور اگرچہ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی معاشرے کے صد فی صد لوگ تو کسی بھی دور میں درست نہیں ہوئے (یہاں تک کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی آخری دم تک کچھ نہ کچھ تعداد میں منافق ضرور موجود رہے، تابہ دیگراں چہ رسد؟) تاہم اگر کسی قوم کے افراد اتنی معتدبہ تعداد میں سچی توبہ کر لیں کہ پھر اپنی دعوت و نصیحت اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ذریعے قوم کے اجتماعی دھارے کا رُخ تبدیل کر دیں یعنی بالفاظ دیگر ایک اجتماعی انقلاب برپا کرنے میں کامیاب ہو جائیں، تو اس قوم کی جانب سے ''اجتماعی توبہ'' کا حق ادا ہو جائے گا اور وہ ''دنیا کی زندگی میں رسوا کن عذاب'' سے نجات پا کر ''نئی زندگی'' حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے گی''۔

آؤ رسم لا اُحِبُّ الْآفِلِیْن تازہ کریں
چشم ابراہیم سے ذوقِ یقیں تازہ کریں
سرکشی نے کر دیئے دھندلے نقوش بندگی
آؤ سجدے میں گریں، لوحِ جبیں تازہ کریں

دعائے صحت

نقیب اسرہ بی بیوڑ خالد صاحب ٹریفک حادثے میں زخمی ہو گئے ہیں۔
قارئین اور رفقاء و احباب سے ان کے لیے دُعائے صحت کی اپیل ہے۔

دعائے مغفرت

تنظیم اسلامی بی بیوڑ کے ناظم دعوت میاں حاجی احمد ٹریفک حادثے میں وفات پا گئے
تنظیم اسلامی پشاور شمالی کے مبتدی رفیق امیر نواز خان کے چچا وفات پا گئے
اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے۔ قارئین سے بھی دُعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

اللّٰھم اغفرلھما وارحمھما وادخلھما فی رحمتك وحاسبھما حسابًا یسیرا

موت، ایک اٹل حقیقت

شاہد حفیظ

زندگی ایک سفر ہے اور انسان عالم بقا کی طرف رواں دواں ہے۔ ہر سانس عمر کو کم اور ہر قدم انسان کی منزل کو قریب تر کر رہا ہے۔ عقل مند مسافر اپنے کام سے فراغت کے بعد اپنے گھر کی طرف واپسی کی فکر کرتے ہیں، وہ نہ پردیس میں دل لگاتے ہیں اور نہ ہی اپنے فرائض سے بے خبر شہر کی رنگینیوں اور بھول بھلیوں میں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ ہماری اصل منزل اور ہمارا اپنا گھر جنت ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے ایک ذمہ داری سونپ کر ایک محدود وقت کے لیے اس سفر پر روانہ کیا ہے۔ عقل مندی کا تقاضا تو یہی ہے کہ ہم اپنے ہی گھر واپس جائیں، کیونکہ دوسروں کے گھروں میں جانے والوں کو کوئی بھی دانا نہیں کہتا۔ ع شاید کہ تیرے دل میں اتر جائے میری بات

قارئین! کیا آپ نے کبھی سوچا کہ آخر ہم دنیا میں کس لیے آئے ہیں؟ ہماری تخلیق کا مقصد کیا ہے؟ کیا ہمیں اس لیے پیدا کیا گیا کہ بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست؟ کیا ہمیں خورد و نوش، ہنسی مذاق، کھیل کود، دولت دنیا سمیٹنے، کوٹھیاں اور بنگلے بنانے، فخر و مباہات، جاہ و منصب کے حصول اور اپنی من مانیاں کرنے کے لیے پیدا کیا گیا؟ ہرگز نہیں...... اللہ کی قسم! ہمیں ان کاموں کے لیے نہیں بلکہ اس عظیم مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے، جسے خود ہمارے خالق نے بیان فرمایا ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ۝﴾

(الذاریات)

''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ نہ تو میں ان سے روزی مانگتا ہوں اور نہ ہی چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا کھلائیں۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تو خود سب کو روزی دینے والا، صاحب قوت اور زبردست ہے۔''

جب ہم اپنی تخلیق کا مقصد جان چکے تو آیئے! اب ذرا اپنے دل کو ٹٹولیں اور من سے پوچھیں کہ ہم نے اس مقصد کو کہاں تک پورا کیا؟ اس کے لیے کیا محنت اور کوشش کی؟ یقیناً ہمارا دل گواہی دے گا کہ ہم نے تو کچھ بھی نہیں کیا۔ ہماری کوشش تو بالکل معمولی اور نہ ہونے کے برابر ہے۔ اگر آج ہی موت آجائے تو اللہ کے دربار میں پیش کرنے کے لیے ہمارے پاس تو کچھ بھی نہیں۔

کیا ہم شب و روز مشاہدہ نہیں کرتے کہ موت کس طرح ہم سے ہمارے دوست واحباب، آل اولاد اور عزیز واقارب کو چھین کر لے جاتی ہے۔ جب مقررہ وقت آجاتا ہے تو پھر موت نہ بچوں کی کم عمری، نہ والدین کا بڑھاپا، نہ بیوی کی جوانی اور نہ ہی کسی کی خانہ ویرانی دیکھتی ہے۔ کیا ہم نہیں جانتے کہ موت سے کسی کو مفر نہیں؟ نہ اس سے شاہ بچے نہ گدا، نہ صالحین اور نہ انبیاء علیہم السلام حتیٰ کہ نہ موت بچے گی نہ ملک الموت۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝﴾

(آل عمران)

''ہر جان نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور تم لوگ قیامت کے دن اپنے کیے کا پورا پورا اجر پاؤ گے۔ پس جو شخص جہنم سے بچا لیا گیا اور جنت میں پہنچا دیا گیا، وہی کامیاب ہوا اور دنیا کی چند روزہ زندگی تو دھوکے کا سامان ہے۔''

کیا ہم نے نہیں سنا کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے جو ہر بات وحی الٰہی کے مطابق فرماتے ہیں، فرمایا: میری امت کے لوگوں کی اوسط عمریں ساٹھ سے ستر برس ہوں گی۔ بہت کم لوگ اس سے آگے بڑھیں گے۔'' (ترمذی)

کیا ہم اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ دنیا فانی ہے اور یہ جہاں عارضی ہے؟ اور یہاں کا سارا سامان عارضی ہے؟ نبی رحمت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ 1۔ جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، 2۔ صحت کو بیماری سے پہلے، 3۔ امیری کو فقیری سے پہلے، 4۔ فراغت کو مصروفیت سے پہلے، 5۔ زندگی کو موت سے پہلے۔ حالی مرحوم نے اس کی کیا خوب ترجمانی کی ہے ۔

غنیمت ہے صحت علالت سے پہلے
فراغت مشاغل کی کثرت سے پہلے
جوانی بڑھاپے کی زحمت سے پہلے
فقیری سے پہلے غنیمت ہے دولت
جو کرنا ہے کر لو تھوڑی ہے مہلت

ذرا غور فرمایئے! ہم لحہ بہ لحہ موت کی جانب بڑھ رہے ہیں۔ گردش لیل و نہار عمر عزیز کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ زندگی روز بروز کم ہو رہی ہے اور بالآخر ختم ہو جائے گی۔ جو لمحہ گزر جاتا ہے، کبھی واپس نہیں آتا۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو بتایئے آپ کا لڑکپن کدھر گیا؟ جوانی کہاں گئی؟ عمر رفتہ کتنی تیزی سے بیت گئی۔ کچھ پتہ بھی چلا؟ یوں محسوس ہوتا ہے کہ بچپن اور لڑکپن ابھی کل کی بات ہے ۔

گیا بچپن ہوئی رخصت جوانی
اب اس کے بعد کیا ہوگا عیاں ہے!

خالق کائنات نے سچ فرمایا ہے:

﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ۙ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ۗ﴾ (الروم:55)

''قیامت کے روز مجرم قسمیں اٹھا اٹھا کر کہیں گے کہ ہم تو بس ایک پل کے لیے دنیا میں آئے تھے۔''

اگر ہم اپنے اقارب میں سے بزرگوں کی شکل وشباہت کا ذرا ان کی جوانی سے تقابل کریں تو ہماری زبان حال بے اختیار پکار اٹھے گی کہ پاک ہے وہ ذات جو حالات کو بدلتی رہتی ہے۔

نبی رحمت ﷺ کا ایک دفعہ اپنے احباب کے ہمراہ بکری کے ایک مردہ بچے کے پاس گزر ہوا۔ آپ

اس کا کان پکڑ کر صحابہؓ سے فرمانے لگے: تم میں سے کون ہے جو اسے ایک درہم کے بدلے خریدنا پسند کرے گا؟ اصحاب رسول ﷺ نے عرض کیا: آقا ﷺ! ہم تو اسے مفت میں بھی نہیں لینا چاہتے، یہ ہمارے کس کام کا ہے؟ آپؐ نے پھر دوبارہ پوچھا، تو انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی قسم، اگر یہ زندہ بھی ہوتا تو پھر بھی عیب دار تھا، اس کے کان چھوٹے ہیں، (ہم اسے نہ لیتے) تو پھر رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم! اللہ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ اور فرمایا آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی سمندر میں اپنی انگلی ڈبوئے اور پھر دیکھے کہ اس کے ساتھ کس قدر پانی آتا ہے۔ دنیا کی حیثیت آخرت کے مقابلے میں ایسی ہے جیسا کہ انگلی کے ساتھ لگے ہوئے پانی کے قطرے کی سمندر کے مقابلے میں۔

کیا ہمیں بھی دنیا کی حقیقت کا کچھ پتہ چلا؟ یا یہ کہ ابھی تک شیطان ہمیں ورغلا رہا اور ہمارے ذہنوں میں وسوسے ڈال رہا اور دنیائے فانی کی خواہشات کو سجا سجا کر ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے اور ابھی تک یہ کہے جا رہا ہے کہ چھوڑو واعظ لوگ ایسی باتیں کرتے ہی رہتے ہیں، جوانی مستانی ہوتی ہے، اپنے حسن و جمال اور صحت و جوانی میں مزے لوٹو، دنیا کی لذتیں اڑاؤ، جب بوڑھے ہو جاؤ گے، جب تمام قوتیں جواب دے جائیں گی پھر حج کر لینا اور توبہ و استغفار کر لینا، سب کچھ معاف ہو جائے گا۔ یہی ابلیس ملعون کی چالیں اور اس کے گمراہ کن جال ہیں کہ وہ خود تو ڈوبا ہوا ہے ہی، دوسروں کو بھی اپنے ساتھ ملانا چاہتا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

﴿إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ⑥﴾ (فاطر)

”وہ تو اپنے ہمنواؤں کو بلاتا ہے، تاکہ اس کے ساتھ جہنم کا ایندھن بنیں۔“

اللہ نے ہمیں عقل دی ہے۔ ذرا اتنا ہی سوچئے کہ شیطان کیسے یہ گارنٹی دے سکتا ہے کہ ہم بڑھاپے تک جئیں گے؟ اس کے پاس کیا ضمانت ہے کہ ہمیں تب تک مہلت ضرور ملے گی؟ اور اگر ہمیں مہلت مل بھی گئی تو کیا وہ دوبارہ ہم پر حملہ نہیں کرے گا؟ سوچئے! غور و فکر کیجئے! اور یہ بات یاد رکھئے کہ آج جس شیطان کی پیروی کر رہے ہو، کل وہ تم سے اعلان برأت کرے گا۔ قرآن کہتا ہے:

﴿وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ۖ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۖ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا أَنْفُسَكُمْ ۖ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ㉒﴾ (ابراہیم)

”جب (حساب کتاب کا) کام فیصل ہو چکے گا تو شیطان کہے گا (جو) وعدہ اللہ نے تم سے کیا تھا (وہ تو) سچا (تھا) اور (جو) وعدہ میں نے تم سے کیا تھا وہ جھوٹا تھا۔ اور میرا تم پر کسی طرح کا زور نہیں تھا۔ ہاں میں نے تم کو (گمراہی اور باطل کی طرف) بلایا تو تم نے (جلدی سے اور بے دلیل) میرا کہنا مان لیا۔ (آج) مجھے ملامت نہ کرو، اپنے آپ ہی کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہاری فریادرسی کر سکتا ہوں اور نہ تم میری فریادرسی کر سکتے ہو۔ میں اس بات سے انکار کرتا ہوں کہ تم پہلے مجھے شریک بناتے تھے۔ بیشک جو ظالم ہیں ان کے لئے درد دینے والا عذاب ہے۔“

میرے بھائیو! ذرا اس مشکل وقت کو یاد کیجئے جو ایک نہ ایک دن ضرور آنے والا ہے۔ جب دوست و احباب، اولاد اور بہن بھائی آپ کے گرد جمع ہوں گے اور آپ اشکوں سے بھیگی ہوئی، حسرت بھری نگاہوں سے انہیں ہمیشہ کے لیے الوداع کہہ رہے ہوں گے اور یہ دولت دنیا، رشتے ناتے اور امنگیں اور آرزوئیں دھری کی دھری رہ جائیں گی۔

موت آئی اور انساں کو اچک کر لے گئی
لحہ بھر کے بعد وہ اک سازِ بے آواز تھا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ۖ ذَٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيدُ ⑲﴾ (سورۃ ق)

”اور موت کی بے ہوشی برحق خبر لے کر آئی، یہی وہ حقیقت ہے جس کے اعتراف سے تو راہ فرار اختیار کرتا تھا۔“

پھر کیا ہوگا......؟ کاش معاملہ یہیں ختم ہو جاتا۔ لیکن درحقیقت مرنے سے آنکھیں بند نہیں ہوتیں بلکہ آنکھیں تو اب کھلتی ہیں۔ موت کے بعد کے مراحل تو اس سے زیادہ سخت اور آنے والے مناظر تو اس سے زیادہ ہولناک ہیں۔ دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہمارا خاتمہ بالخیر کرے اور فردوس اعلیٰ نصیب کرے۔ آمین!

نیوز آف دی ویک

ہمارے حکمران......شرم تم کو مگر نہیں آتی

ابوالحسن

خبر: ”امریکہ پاکستان اور ترکی کے مشترکہ دشمنوں کی حمایت کر رہا ہے۔

علاوہ ازیں امریکہ مسلمان ممالک میں دہشت گردی کردار رہا ہے۔“ ترک وزیر اعظم

تبصرہ: یہ خبر پڑھی بھی ہے اور سنی بھی لیکن خبر پر یقین کرنے کی بجائے اپنی بصارت اور سماعت پر شک ہو رہا ہے۔ ہم پاکستانی امریکہ کے نان نیٹو اتحادی ہیں، تب بھی امریکی حکمرانوں کی جوتیاں سیدھی کرنا اپنے لیے اعزاز سمجھتے ہیں۔ یہ ترکی تو امریکہ کا نیٹو اتحادی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ترکی نے امریکہ کا قریبی دوست ہونے کے حوالہ سے غالب کے اس مصرعہ کی حقیقت کو صحیح طور پر پا لیا ہے۔ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اُس کا آسماں کیوں ہو جبکہ ہم پاکستانی امریکہ دوستی کے تجربہ سے مزید گزرنا چاہتے ہیں۔ شاید ہم دشمنی کی آخری حد دیکھنا چاہتے ہیں یا دوست کے ہاتھوں مر جانے کی کیفیت سے لطف اندوز ہونا چاہتے ہیں۔ نیٹو اتحادی ترکی اگر امریکہ کو ترکی بہ ترکی جواب دینے پر تُل گیا ہے تو ہمارے حکمران......شرم تم کو مگر نہیں آتی۔

افغانستان پر صلیبی یلغار کے لیے

امریکی عوام کی ذہن سازی کیسے کی گئی؟

عابد اللہ جان کی معرکہ آرا کتاب
"Afghanistan: The Genesis of the Final Crusade"
کا قسط وار اُردو ترجمہ

ترجمہ: محمد فہیم

یہ بات قابل فہم ہے کہ نوع انسانی کی اجتماعی سوچ خصوصاً امریکہ کی سوچ اب بہت سخت کربناک صدمہ سے دوچار ہے۔ان لوگوں کی اکثریت جو اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ نائن الیون درون خانہ معاملہ تھا، اس پر مشکل سے یقین کرتی ہے کہ نائن الیون کے سٹیج کردہ حملوں کا نشانہ طالبان تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ان اعلیٰ تعلیم یافتہ، سچے اور دانشمند لوگوں کے ذہنوں کو صدمہ سے دوچار کر کے ماؤف کیا گیا ہے۔اور جس طرح کہ کوئی بھی ''مائنڈ کنٹرولر'' یا ریسرچر کر سکتا ہے کہ ایک کربنا کی سے دوچار کردہ (traumatized) ذہن ہمیشہ اشارہ پر چلنے والا ذہن ہوتا ہے۔ ہوتا یہ ہے کہ اس کربنا کی والی کیفیت(trauma) سے عوام الناس کی اس طرح ''پروگرامنگ'' مرتب کی جاتی ہے کہ وہ حالات وواقعات کو ویسا ہی دیکھیں اور سمجھیں جیسا کہ ان کو بتایا اور سمجھایا جاتا ہے۔نوم چومسکی اور ان کے قبیل کے بائیں بازو کے نقادوں کا نائن الیون کی سرکاری کہانی پر جوں کا توں یقین کرناIndoctrination(وہ کیفیت جس میں کسی انسان کو ایک پٹی پڑھائی جاتی ہے اور پھر وہی بات یقین کی حد تک اس کے ذہن میں بیٹھ جاتی ہے) کی کامیابی کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو مدتوں سے اس اصطلاح کی تشریح وتوضیح کرتے آئے ہیں، مگر آج وہ خود اس بڑے جھوٹ کا شکار ہو چکے ہیں۔

ان صلیبیوں کے خواب پورے ہونے میں جو رکاوٹیں حائل ہیں، ان میں سب سے بڑی بالقوہ رکاوٹ امریکی عوام کی اکثریت کی نفسیات ہیں۔امریکی عوام کی تربیت چرچ اور سٹیٹ (مذہب اور ریاست) کو علیحدہ علیحدہ حقیقتیں ماننے کے تصور کے مطابق کی گئی ہے۔جب وہ اللہ کے نام پر جنگ شروع کرتے ہیں، جیسا کہ بُش کا دعویٰ ہے کہ اللہ نے اسے عراق پر حملہ کا حکم دیا ہے، تو اکثر لوگ اس کی شدت سے مخالفت کریں گے۔سیکولرازم نے قومی نفسیات کو اتنی گہرائی میں متاثر کیا ہے کہ مذہبی جنونیوں (جیسے بُش اینڈ کمپنی اور دوسرے جو اپنے آپ کو آزاد خیال ظاہر کرتے ہیں) کے لیے مذہبی جنگ کو لوگوں کے حلق سے اُتارنا بڑا مشکل معاملہ تھا۔چنانچہ انھوں نے اس جنگ کے عنوانات بدل دیئے اور اسے ''دہشت گردی کے خلاف جنگ'' اور ''جمہوریت کے لیے جنگ'' وغیرہ کے نام دے دیئے، اور اب اس کا نام ایسے فتنہ انگیزوں کے خلاف جنگ قرار دیا گیا جو''خلافت'' قائم کرنا چاہتے ہیں۔ یہ اپنے وقت کا سب سے بڑا دھوکہ اور اسلام کے خلاف خلافت کا ہوّا کھڑا کر کے مذہبی جنگ پر عوام کو رضامند کرنے کا بڑا مؤثر طریقہ ہے۔خلافت کے خلاف ہوّا ایسے وقت میں کھڑا کیا جا رہا ہے جبکہ مسلمانوں کی طرف سے اس کے قیام کی کوئی منظم کوشش ہو ہی نہیں رہی۔

کی بنیادیں ایک زبردست عسکری اور اقتصادی قوت فراہم کر رہی ہے۔اس اجتماعی ذہنیت کا اظہار john wayne کا یہ قول ہے: ''ہمارے ساتھ اگر مگر (چھیڑ چھاڑ) مت کرو، یہ امریکہ ہے''۔صلیبیوں کو یہ ثابت کرنا تھا کہ قوم اپنی پہچان کے متعلق جو گہرے جذبات رکھتی ہے اور اس کی وہ خود اعتمادی کہ اس میں تن تنہا اُٹھ کر کھڑے رہنے کی پوری قوت موجود ہے، اُسے ان دونوں چیزوں کی تباہی کے خطرے کا سامنا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو نائن الیون کے ذریعے حاصل کی گئی۔ یہی وہ چیز ہے جسے اس قسم کے بیانات میں کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے جیسے ''ہمارا نظام زندگی خطرے میں ہے'' ''وہ ہماری آزادیوں سے بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں'' اور ''وہ ہماری طرز زندگی سے نفرت کرتے ہیں''۔

یہ بات قطعاً اتفاقی نہیں کہ اغوا شدہ طیاروں کے اہداف پنٹاگان اور ورلڈ ٹریڈ سنٹر کے جڑواں مینار تھے، جو امریکہ کی خود اعتمادی، سلامتی، عسکری قوت اور اقتصادی عظمت کی علامات تھیں۔ یہ بنیادی طور پر امریکہ پر حملہ نہیں بلکہ امریکہ کی ''خودشناسی کے تصور'' پر ایک وار تھا۔ امریکیوں کے جذبہ اور ان کے ''امریکی ہونے'' کے احساس کو توڑ دو، امریکیوں کی اپنی ذات پر خود اعتمادی کو مجروح کرو، امریکہ کو خوف اور عدم تحفظ کے احساس میں مبتلا کر دو، یہ وہ باتیں ہیں جنہوں نے وہ اہم ترین رکاوٹیں ہٹا دیں جنہوں نے عام امریکیوں کو ان صلیبیوں کے مطلق العنان ارادوں میں اپنے آپ کو جذب ہو کر فنا

> ہم میں سے غالب اکثریت رکھنے والے ان لوگوں کو جو جنگ کی بجائے امن کے متلاشی ہیں، آئینہ میں دیکھ کر خود سے سوال کرنا ہوگا کہ ہم نے صلیبیوں کے ناپاک عزائم کو کس حد تک لوگوں کے سامنے بے نقاب کیا ہے

اس اندیشے کے تدارک کے لیے کہ لوگ اسے مذہبی جنگ خیال نہ کریں، صلیبیوں کے لیے ضروری ہوا کہ وہ پہلے لوگوں کے قومی نفسیات پر حملہ آور ہوں۔سالہا سال سے مختلف ناموں سے اسلام کے خلاف زہریلا پروپیگنڈا ان صلیبیوں کے لیے کسی مسلم ملک پر مذہبی جنگ مسلط کرنے کے لیے کافی نہ ہوسکا۔ امریکہ کے صلیبی جنگجو جانتے تھے کہ ان کی قوم میں قومی سلامتی، خود اعتمادی اور قومی تفاخر کے جس اجتماعی ذہن کی نشوونما ہو چکی ہے، اس

ہونے سے بچائے رکھا تھا۔

سٹیج کردہ حملوں کے معاً بعد امریکی نفسیات کو اس کی سلامتی اور ''خود اعتمادی'' کو زیادہ سے زیادہ صدمات پہنچا کر نشانہ بنایا گیا۔ انتھراکس کے پُر اسرار لفافے آنا شروع ہو گئے۔فصلوں پر نامعلوم ڈسٹرز ڈسٹ کئے جانے کے قصے بالکل ایسی ہی چیزیں تھیں جو امریکہ کی سلامتی کے لیے کسی بھی طرح کی صدمات سے کم نہ تھیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کہ ماضی میں اُکلوہاما شہر پر بمباری اور

یہاں سے آگے ہر چیز میں ڈرامائی تبدیلی آنی شروع ہوگئی۔

بے شک عوام لناس کو گمراہ کیا جاتا ہے، مگر عوام ہی نہیں دور جدید کے صلیبی لیڈر بھی گمراہ کیے جاتے ہیں۔ ان کو گمراہ کرنے والی پس پردہ وہ طاقتیں ہیں جن کے سامنے یہ بے بس ہیں۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جارج ڈبلیو بُش جانتا تھا کہ یہ تباہ کن مصیبتیں اس دن نازل ہونے والی ہیں، لیکن وہ اس کھیل میں جسے اس سے کہیں بڑی قوتیں کنٹرول کر رہی تھیں، آلہ کار بنا رہا۔ بُش، بلیئر اور دیگر ویسے بھی ناگزیر نہیں ہیں، یہ آلہ کار ہیں۔ جب ان سے مقصد پورا کیا جائے گا تو اُٹھا کر پھینک دیا جائے گا۔ مثال کے طور پر جب کولن پاول نے اقوام متحدہ کے سامنے جھوٹ بول لیا تو اس سے کام لینے کے بعد اب اسے دائرہ سے باہر پھینک دیا گیا۔ یہ بات حیرانی والی نہیں ہوگی جب ''عالمی دہشت گردی'' مستقبل کے منظر نامے کے حوالے سے آگے بڑھے گی تب بُش اور بلیئر کو قربان کر کے ٹھکانے لگا دیا جائے گا۔ (اب ٹھکانے لگا دیا گیا ہے۔ مترجم) اور یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہیے کہ اگر بُش کی چھٹی ہو جائے تو نیا بننے والا صدر بہت سخت ''کروسیڈرز'' ہوگا، جیسا کہ ڈک چینی ہے، جو ہو سکتا ہے ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں مارشل لاء کے تحت کام کرے۔ یہاں سے آگے (کی صورت حال میں) بڑی تبدیلیاں آ سکتی ہیں، کیونکہ اب زیادہ سے زیادہ امریکیوں کو احساس ہو رہا ہے کہ ان کو جھوٹ بول کر دھوکہ دیا گیا ہے اور یہ کہ صلیبیوں کی عالمی فسطائیت کے لیے آخری کوششوں کا آغاز ہو چکا ہے۔

صلیبیوں کا دعویٰ تھا کہ دُنیا پھر وہی نہیں رہے گی۔ یہ ٹھیک ہے، لیکن ہر ایک خطرناک صورت حال میں مواقع کا بھی امکان ہوتا ہے۔ ہم میں سے غالب اکثریت رکھنے والے ان لوگوں کو جو جنگ کی بجائے امن کے متلاشی ہیں، جو تمام دُنیا کے لیے چند آمروں کی آمریت کی بجائے آزادی اور حریت کے خواہاں ہیں، آئینہ میں دیکھ کر خود سے سوال کرنا ہوگا کہ ہم نے صلیبیوں کے ناپاک عزائم کو کس حد تک لوگوں کے سامنے بے نقاب کیا ہے۔ اور ان کو افغانستان اور عراق میں انسانیت کے خلاف جرائم کے مرتکب ثابت کرنے میں کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہم اپنے آپ سے پوچھیں ''ہم نے کیوں افغانستان پر ظالمانہ اور ناجائز قبضہ کو ایک جائز قبضہ تسلیم کر لیا ہے''؟ (جاری ہے)

نیٹو کے لیے سپلائی کی بحالی

یہ دانشمندی ہے یا امریکی تابعداری کی ایک اور مثال؟

روزنامہ ''نوائے وقت'' 12 اکتوبر کا اداریہ

پاکستان کی جانب سے طورخم سے نیٹو سپلائی کھولنے کے اعلان پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اتوار کو چھٹی کے باوجود 120 سے زائد کنٹینرز اور آئل ٹینکرز نے سرحد عبور کی۔ وزیر اطلاعات قمر الزمان کائرہ نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ نیٹو سپلائی بحال کرنے سے پہلے امریکہ سے دوبارہ ایسے واقعات نہ ہونے کی گارنٹی لی تھی۔ سپلائی پاکستان کی خودمختاری کے احترام کی ضمانت اور یقین دہانی پر بحال کی گئی ہے۔ دریں اثناء نیٹو ٹینکرز سے پاکستانی سڑکیں استعمال کرنے کا معاوضہ طلب کرنے کے لیے پاکستان نے واشنگٹن کے ساتھ معاملہ اٹھانے کا فیصلہ کیا ہے۔ 21 اکتوبر سے واشنگٹن میں شروع ہونیوالے مذاکرات میں پاکستان یہ معاملہ بھی اٹھائے گا۔

نیٹو نے جن حملوں کو غلط فہمی کا نتیجہ قرار دے کر معافی مانگی' وہ غلط فہمی اور غلطی نہیں تھی بلکہ باقاعدہ ایک جرم دیدہ دلیری اور بدمعاشی تھی۔ غلطی ایک بار ہوتی ہے' پاکستانی چوکی پر حملہ سے قبل نیٹو ہیلی کاپٹروں نے دو حملے کیے تھے جس میں پچاس کے قریب بے گناہ افراد شہید ہوئے۔ اس کے بعد 30 ستمبر کو فوجی چوکی کو نشانہ بنایا گیا' جس میں تین اہلکار شہید اور متعدد زخمی ہوئے۔ آخری حملے پر پاک فوج نے شدید ردعمل کا اظہار کیا تو عوامی حکمرانوں کی جرأت کو بھی مہمیز لگی۔ عسکری اور سیاسی قیادت کی طرف سے آئندہ ایسے واقعات کی صورت میں جوابی کارروائی کی بھی دھمکی دی گئی اور قومی سلامتی و خودمختاری کے تحفظ کا عزم ظاہر کیا گیا۔ وزیراعظم گیلانی نے کہا کہ سرحد پار سے حملے پاکستان کی خودمختاری کے خلاف ہیں' ملکی سلامتی میں کوئی مداخلت برداشت نہیں کریں گے' نیٹو حملے بند کرے ورنہ دوسرے آپشنز موجود ہیں۔ جنرل کیانی نے پینٹا گون کو فون کر کے شدید برہمی کا اظہار کیا۔ ساتھ ہی نیٹو کی افغانستان کو سپلائی معطل کر دی گئی۔ سپلائی رکی تو امریکہ نے فوراً گھٹنے ٹیک دیئے۔ ہالبروک' پیٹریاس اور ہیلری سمیت دہشت گردی کی جنگ سے وابستہ ہر امریکی کردار نے اپنے اپنے لیول پر معافی مانگی۔ دفتر خارجہ کی طرف سے کہا گیا کہ عوامی جذبات ٹھنڈے ہونے تک نیٹو سپلائی بحال نہیں ہوگی۔ قوم کو سیاسی اور عسکری قیادت کے جرأت اظہار پر فخر تھا۔ پاکستان کے دہشت گردی کے خلاف جنگ میں امریکہ کا اتحادی بننے کے بعد پہلی بار حکومت کی طرف سے امریکہ کو واضح پیغام دیا گیا تھا لیکن چند دن بعد ہی سپلائی یہ کہہ کر بحال کر دی گئی ہے کہ کنٹینرز پر ٹیکس لگائیں گے۔ اب کہا جا رہا ہے کہ سڑکوں کے استعمال کا معاوضہ بھی طلب کیا جائے گا۔

نو سال سے کیا نیٹو کو بغیر ادائیگی کے سڑکیں استعمال کرنے کی اجازت دے رکھی تھی؟ نیٹو ٹینکرز کو تیل اور پٹرول کی فراہمی پاکستانیوں سے وصول کی جانے والی قیمت سے تقریباً نصف قیمت پر کی جاتی ہے۔ ٹیکس لگانے کا خواب بھی اب آیا ہے۔ اب تک نیٹو کو یہ سہولتیں کس مقصد کے لیے دی جاتی رہیں؟ قوم کو امید تھی کہ اب ہمارے حکمرانوں نے جس جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے نیٹو کی سپلائی بند کی ہے' اس پر اپنے مطالبات مانے جانے تک قائم رہیں' قومی سلامتی' خودداری اور خودمختاری پر آنچ آنے دیں گے' نہ اس پر کوئی سمجھوتا کریں گے۔ افسوس' یہ لوگ اس پر قائم نہ رہ رہے اور امریکہ کے دباؤ پر تمام ہوا نکل گئی اور تمام دعوے ''پھوں پھاں'' ثابت ہوئے۔ نیٹو ہیلی کاپٹر تو سپلائی کی معطلی کے بعد پاکستان کی طرف نہیں آئے' تاہم ڈرون حملوں میں

اضافہ ضرور ہو گیا۔ گزشتہ روز جس وقت نیٹو سپلائی بحال ہوئی اس روز بھی میرانشاہ میں ڈرون حملہ ہوا جس میں 7 افراد جاں بحق اور پانچ زخمی ہو گئے۔ کیا یہ حملے پاکستان کی سلامتی اور خودمختاری کے خلاف نہیں ہیں؟ پھر وزیراعظم کے اس بیان کی کہ ”ملکی سلامتی میں مداخلت برداشت نہیں کریں گے“ کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ وزیر اطلاعات کائرہ کس خودمختاری کے احترام کی یقین دہانی پر سپلائی بحال کرنے کی بات کرتے ہیں؟ ڈرون حملوں کی مذمت کیا معنی رکھتی ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں' پاکستان کی حدود میں ڈرونز حملے ہوں یا نیٹو ہیلی کاپٹروں کی کارروائیاں' ہماری آزادی و خودمختاری کے لیے چیلنج اور یہ ہماری سالمیت اور وقار کے خلاف ہیں۔ ڈرون حملوں پر کبھی کبھار مذمت کی بازگشت محض دکھاوا ہے۔ امریکی حکام واضح طور پر کہتے ہیں کہ پاکستان میں دہشت گردوں کا تعاقب ان کا حق ہے۔ یہ حق اسے کس نے دیا؟ ظاہر ہے حکومت پاکستان ہی ایسا کر سکتی ہے۔ اگر امریکہ دھکا شاہی سے ایسا کرتا ہے تو اس کا جواب نہ دینا حکمرانوں کی بزدلی اور قوم و ملک سے غداری ہے۔ ایسی حکمرانی سے گوشہ تنہائی اور ایسی زندگی سے موت بہتر ہے۔ حکمران ٹیپو سلطان کا قول نہ بھولیں:

> ”شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے“۔

وزارت خارجہ کے ترجمان نے کہا تھا کہ عوامی ردعمل ٹھنڈا ہونے تک نیٹو سپلائی بحال نہیں ہو گی۔ عوامی ردعمل نیٹو ٹینکروں پر حملوں اور ان کو جلانے کی صورت میں سامنے آ رہا ہے۔ تازہ ترین واقعات میں بولان میں 29 ٹینکرز جلا دیئے گئے۔ اس سے قبل سبی میں بھی دو روز قبل ہی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ کچھ تنظیموں نے ٹینکروں کو جلانے کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے امریکہ کی خطے سے واپسی تک یہ سلسلہ برقرار رکھنے کی دھمکی دی ہے۔ عوامی ردعمل ابھی ٹھنڈا کہاں ہوا ہے؟ اس میں تو ہر ڈرون حملے کے ساتھ تیزی اور شدت پیدا ہو رہی ہے۔

قوم امریکہ کی پاکستان میں مداخلت برداشت کرنے پر قطعی تیار نہیں اور مداخلت بھی ایسی جس کے باعث پاکستان بارود کا ڈھیر بن چکا ہے۔ کوئی بھی پاکستانی کہیں بھی محفوظ نہیں' دہشت گردی کی کارروائیوں میں ارض پاک بے گناہوں کے خون سے سرخ ہو چکی ہے۔ ڈرون حملوں میں بے گناہ افراد کے مارے جانے پر روز نئے خودکش حملہ آوروں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ امریکہ تو یہ جنگ اپنے مفادات اور مخصوص ایجنڈے کی تکمیل کے لیے لڑ رہا ہے۔ اس کا ایجنڈہ مسلمانوں کی تباہی اور امہ کی واحد ایٹمی طاقت پاکستان کی بربادی ہے۔ مشرف اور ان کے بعد آنے والے حکمران امریکی کروسیڈی ایجنڈے کی تکمیل میں مصروف ہیں۔ اس کے فرنٹ لائن اتحادی بن چکے ہیں۔ قوم کو امید تھی کہ اگر نیٹو کو سپلائی بحال کی گئی تو کم از کم ہیلی کاپٹر حملوں کے ساتھ ڈرون حملوں کی بندش کا مطالبہ منوایا جائے گا، قوم کی بیٹی عافیہ صدیقی کی واپسی کو یقینی بنایا جائے گا، لیکن ہمارے حکمران ریت کی دیوار ثابت ہوئے اور پرانی تنخواہ پر ہی نوکری جاری رکھنے پر تیار ہو گئے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تھوڑی سی جرأت اور قومی غیرت کا مظاہرہ کرتے ہوئے قوم و ملک کی خاطر اپنے عوام کو ذبح ہونے سے بچانے کے لیے پاک فوج کی عزت وعظمت کی خاطر اور سب سے بڑھ کر ملکی خوشحالی کے لیے حکمران امریکہ کی جنگ سے باہر نکلیں۔ اس کی ہر قسم کی سپلائی بند کر دی جائے اور کسی بھی ممکنہ جارحیت کا سامنا کرنے کی تیاری کی جائے۔ امریکہ ہزاروں میل دور سے آ کر عراق اور افغانستان میں تباہی پھیلا سکتا ہے تو ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر ایٹمی طاقت ہوتے ہوئے اجنبیوں کو منہ توڑ کر جواب کیوں نہیں دے سکتے؟ ہم جرأت رندانہ سے کام لے کر آزاد ایران اور زیرنگین افغانستان کی ہمت بھی بڑھا سکتے ہیں۔

> **امریکہ کو ہر قسم کی سپلائی بند کر دی جائے۔ امریکہ ہزاروں میل دور سے آ کر عراق اور افغانستان میں تباہی پھیلا سکتا ہے تو ہم اپنے گھر میں بیٹھ کر ایٹمی طاقت ہوتے ہوئے اجنبیوں کو منہ توڑ کر جواب کیوں نہیں دے سکتے؟**

داعیٔ قرآن مفکرِ اسلام وداعیٔ انقلابِ اسلامی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے دروسِ قرآن وخطابات عام

ترجمہ وتفسیرِ قرآن، اسلامی عقائد، قیامِ خلافت اوراس کے لوازم ومدارج
اسلام کی سیاسی، سماجی ومعاشرتی تعلیمات ودیگر علمی وفکری موضوعات پر مشتمل

کتب، سی ڈیز، ڈی وی ڈیز

مکتبہ خدام القرآن سے خصوصی رعایتی قیمت پر حاصل کریں۔

کتب وسی ڈیز کی مکمل فہرست بلا معاوضہ حاصل کی جاسکتی ہے۔

پتہ: مکتبہ خدام القرآن K-36 ماڈل ٹاؤن، لاہور
فون نمبر: 3-042-35869501
E-mail: maktaba@tanzeem.org

نامے میرے نام

"پہلی بیعت"

محترم مدیر صاحب، ہفت روزہ "ندائے خلافت" لاہور

سلام مسنون!

"ندائے خلافت" کے شمارہ 30 مورخہ 27 جولائی 2010ء میں محترم ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب کا ایک مضمون "پہلی بیعت" کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ اس میں تحریر کیا گیا ہے کہ تنظیم اسلامی کے قیام 1975ء سے قریباً ایک سال قبل 1974ء کے حج کے دوران جناب قمر سعید قریشی اور موصوف نے محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ یہ بیعت قیام منیٰ کے دوران جمرات کے قریب ایک چھوٹی سی پہاڑی کے پیچھے واقع ایک غیر آباد مسجد میں ہوئی تھی۔ محترم ڈاکٹر صاحبؒ نے اپنے ان ساتھیوں کو بتایا کہ اسی جگہ "بیعت عقبہ اولیٰ" ہوئی تھی۔ جس کی یادگار کے طور پر یہ چھوٹی سی مسجد تعمیر کی گئی جو اب آثار قدیمہ کے طور پر باقی ہے۔ جس سے متاثر ہو کر جناب قمر سعید قریشی اور محترم ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ نے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے عرض کی "ہم آج اور ابھی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتے ہیں۔" اس بیعت کو "پہلی بیعت" کا عنوان دیا گیا ہے۔

میں یہ عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ صاحب کے دستِ مبارک پر پہلی بیعت یہ نہیں تھی بلکہ اس سے چھ سات سال قبل حاجی عبدالواحد صاحبؒ نے کی تھی۔ یہ حاجی عبدالواحد صاحبؒ کون تھے اور یہ بیعت کب اور کس طرح ہوئی؟ اس کی کچھ تفصیل میں محترم ڈاکٹر صاحبؒ کی کتاب "حسابِ کم و بیش اور گزارشِ احوال واقعی" سے پیش کرتا ہوں۔

"یہ حاجی عبدالواحدؒ اپنے زمانے کے دینی حلقوں کی معروف اور جانی پہچانی شخصیت تھے۔ انہوں نے 1932ء میں ایم اے انگلش اچھے نمبروں سے پاس کیا تھا، لیکن دورانِ تعلیم یہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے شاگرد رشید خواجہ عبدالحئیؒ فاروقی کے درسِ قرآن میں شریک ہوا کرتے تھے — جس سے ان کے اندر ایک انقلابی جذبہ پیدا ہو گیا تھا لیکن ع "کس طرف جاؤں، کدھر دیکھوں، کسے آواز دوں!" کے مصداق کوئی طریق کار اور لائحہ عمل سامنے نہیں آ رہا تھا۔ حاجی صاحب محکمۂ تعلیم میں ملازم ہوئے اور بلوچستان میں فورٹ سنڈیمن (ژوب) — اور پھر کوئٹہ میں اعلیٰ درجہ کے ہائی اسکولوں میں ہیڈ ماسٹر کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اسی دوران ایک سال حج کے لیے گئے اور چونکہ مکہ مکرمہ میں ان کی ملاقات مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے ہو گئی تو پھر حج کے بعد وہیں رک گئے اور ایک سال مولانا سندھیؒ کی صحبت سے فیض یاب ہونے کے بعد اگلے سال دوبارہ حج کر کے واپس آئے۔ اِسی طرح ایک سال ندوۃ العلماء لکھنؤ میں مقیم رہے اور وہاں مولانا سید ابوالحسن ندویؒ سے عربی پڑھتے رہے اور جواباً انہیں انگریزی پڑھاتے رہے۔

جماعت اسلامی کو قریب سے دیکھا لیکن دل نہ ٹھکا، البتہ تبلیغی جماعت میں دلچسپی ہوئی اور مولانا محمد الیاسؒ کے قریبی مصاحبین میں شامل رہے — اور اسی دوران عین اُس وقت جب انسپکٹر آف اسکولز کے عہدے پر ترقی ہونے والی تھی، دین کی خدمت کے لیے "فارغ" ہونے کے لیے ملازمت سے استعفا دے کر لاہور آ گئے! کچھ عرصہ بعد تبلیغی جماعت سے بھی بدظن ہو گئے — اور لاہور میں مولانا احمد علی لاہوریؒ کے حلقہ سے وابستہ ہو گئے۔ لاہور میں ریلوے اسٹیشن کے قریب آسٹریلین مسجد میں واقع تبلیغی مرکز کے تحت "درسِ قرآن" کے عنوان سے قرآن حکیم کی جو مختصر اور آسان تفسیر تین جلدوں میں قرآنی آیات کو دروس کی شکل میں مرتب کر کے مختصر تشریح کے ساتھ شائع ہو کر بہت مقبول ہوئی تھی، اس کے مرتبین میں ایک نام حاجی صاحب مرحوم کا بھی تھا۔

لاہور میں میں نے 1966ء میں درسِ قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو اس کی کوئی بھنک ان کے کان میں بھی پڑ گئی — چنانچہ دروس میں شرکت کرتے رہے — اور خاص طور پر جمعہ کے روز گڑھی شاہو سے چل کر چوبرجی آتے تھے، وہاں سے شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشیؒ کو ساتھ لیتے تھے اور پھر جامع مسجد خضراء سمن آباد آ کر میرا خطاب جمعہ سنتے تھے! — یہ سلسلہ ابھی کچھ زیادہ لمبا نہیں ہوا تھا کہ ایک جمعہ کو یہ دونوں حضرات مسجد کے دروازے پر میرا انتظار کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور جب میں وہاں سے گزرنے لگا اور علیک سلیک ہوئی تو حاجی صاحبؒ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا دایاں ہاتھ کھینچا اور اس پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ کر فرمایا: "میں آپ کے ہاتھ پر دین کی سربلندی کی جدوجہد کے لیے بیعت کرتا ہوں!" جس پر میں ہکا بکا رہ گیا۔ اس لیے کہ اس وقت غالباً ابھی انجمن کی تاسیس بھی تجویز کے مرحلے میں تھی — اور تنظیم کے قیام اور خصوصاً اس کے لیے بیعت کی اساس کو اختیار کرنے کا کوئی ارادہ میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں تھا!"

ڈاکٹر صاحبؒ کی کتاب کے اس اقتباس سے ظاہر ہو گیا کہ حاجی عبدالواحدؒ نے یہ بیعت مرکزی انجمن خدام القرآن کے قیام (1972ء) سے بھی قبل کی تھی اور یہی فی الواقع "پہلی بیعت" تھی، جبکہ محترم ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ صاحب اور جناب قمر سعید قریشی صاحب نے بیعت 1974ء میں کی تھی۔

نوٹ:

1۔ تنظیم اسلامی کے قیام کے بعد حاجی صاحبؒ تنظیم سے بحیثیت رفیق وابستہ ہو گئے تھے اور مختلف اُمور میں رہنمائی فرماتے رہے۔ اِن سطور کے راقم پر خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ کہتے تھے کہ تبلیغی جماعت میں اُن کے ایک عزیز دوست اور یکے از اکابرین تمہارے ہم نام "قاضی عبدالقادر" تھے جو انتقال فرما گئے۔ حاجی صاحبؒ نابینا ہو گئے تھے۔ وہ جب قرآن اکیڈمی (لاہور) آتے تھے تو میں اُن کی ضروریات مثلاً وضو کرنا وغیرہ کا خصوصی خیال رکھتا تھا۔ وہ مجھے نقد بہت دعائیں دیتے تھے۔ کیا خوب سودا نقد تھا، اس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اعلیٰ درجات عطا فرمائے۔ آمین!

2۔ حاجی صاحبؒ کے متعلق معلوم ہوا کہ وہ ڈائری پابندی سے تحریر فرماتے تھے۔ آخر عمر میں جب وہ نابینا ہو گئے تھے تب بھی یہ سلسلہ جاری رکھا اور سنا ہے کہ دوسروں سے لکھواتے تھے۔ ان کے صاحبزادے عزیزم حافظ قاسم رضوان قرآن اکیڈمی میں اسکالر ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ ان کی ڈائریاں کھنگال کر ماضی کے واقعات اور یادداشتیں جو یقیناً قیمتی ہیں، مرتب کر کے کتابی صورت میں منظرِ عام پر لائیں تو یہ بڑا احسان ہوگا۔

3۔ یہ مضمون میں نے اولاً صرف ریکارڈ کی درستگی کی نیت سے تحریر کیا ہے۔ دوم یہ کہ حاجی عبدالواحد صاحب کی عظیم شخصیت ہمارے نئے رفقاء کے درمیان نمایاں ہو جائے۔

والسلام

قاضی عبدالقادر، کراچی

دعوتی و تربیتی سرگرمیاں

سرگودھا میں امیر تنظیم اسلامی کا خصوصی خطاب

مسجد جامع القرآن سرگودھا میں 21ویں رمضان المبارک کی شب امیرِ تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے قرآن کا پیغام کے موضوع پر خطاب فرمایا۔

پروگرام کی تشہیر کے لیے دو ہزار ہینڈ بل، 500 پوسٹر اور 10 بڑے بینرز آویزاں کیے گئے۔ امیر محترم نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہم پورا رمضان المبارک نماز تراویح کے دوران بڑے اہتمام سے قرآن سنتے ہیں، مگر قرآن کا نوعِ انسانی کے لیے جو پیغام ہے، اُسے سمجھ نہیں پاتے۔ قرآن نوع انسانی کے لیے اللہ تعالیٰ کا آخری پیغام ہے جو نبی آخرالزماں ﷺ کے ذریعے سے ہم تک پہنچا ہے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن کی دعوت انسان کو ہر نوع کی غلامی سے آزاد کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی غلامی میں دینے کا نام ہے۔ اسی کو بندگی، اطاعت اور تقویٰ کہا گیا ہے۔ اس بندگی کا تقاضا یہ بھی ہے کہ اللہ کی دھرتی پر اللہ تعالیٰ کا نظام قائم ہو۔ اس نظام کے قیام کے لیے جدوجہد بندۂ مومن پر فرض ہے۔ امیر تنظیم اسلامی نے کہا کہ آج ہم پر طرح طرح کے عذاب مسلط ہیں۔ یہ نفاذ اسلام کے وعدے سے روگردانی کی سزا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بغاوت کو چھوڑ کر فرمانبرداری کا راستہ اختیار کرنا ہوگا۔ اسی صورت میں ہم دنیا اور آخرت میں سُرخرو ہو سکیں گے۔ رات تقریباً پونے بارہ بجے یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ پروگرام میں رفقاء واحباب کی حاضری 250 کے قریب تھی۔ اللہ تعالیٰ ہماری یہ سعی اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے۔ (آمین) (رپورٹ: غلام رسول)

رمضان المبارک میں اسرہ ساہیوال کی تنظیمی و دعوتی سرگرمیاں

ماہ رمضان کے دوران اسرہ ساہیوال کی دعوتی سرگرمیوں کی مختصر روداد درج ذیل ہے۔

استقبال رمضان پروگرام:

استقبال رمضان کے سلسلے میں یہاں دو پروگرام ہوئے۔

☆ رمضان المبارک سے چند روز قبل حلقہ جماعت اسلامی نے اپنے ایک نئے دفتر کے افتتاح کے موقع پر ایک پروگرام ترتیب دیا۔ اس پروگرام کی حیثیت استقبال رمضان کی تھی۔ اس میں مرکزی خطاب نقیب اسرہ جناب عبداللہ سلیم کا تھا۔ خطاب کا دورانیہ ایک گھنٹے سے زائد تھا اور حاضری 100 افراد کے قریب تھی۔

☆ 2 رمضان المبارک کو جامعہ مسجد العزیز میں جناب عبداللہ سلیم کا ماہانہ درس قرآن ہوا، جس میں رمضان اور قرآن کے موضوع پر گفتگو ہوئی۔ یہاں درس میں تقریباً 150 افراد شریک ہوئے۔ پروگرام کے اختتام پر افطاری کا اہتمام بھی کیا گیا تھا۔

مستقل پروگرام (ماهانه)

☆ ماہانہ درس قرآن 2 رمضان المبارک کو مسجد العزیز میں ہوا، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

☆ 16 رمضان المبارک کو جناب عبداللہ سلیم کی رہائش گاہ پر درس قرآن ہوا۔ درس میں تقریباً 150 خواتین وحضرات نے شرکت کی۔ شرکاء کے لیے افطاری کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

☆ 27 رمضان المبارک بعد از نماز عصر میاں یونس صاحب کی رہائش گاہ پر درس قرآن ہوا۔ اس پروگرام میں 100 سے زائد افراد نے شرکت کی۔

هفته وار پروگرام

ہفتہ وار درس قرآن مجید معمول کے مطابق ہر جمعرات کو بعد از نماز عصر جناب سید طمطراق محاسن شاہی کے ہاں ہوتا رہا۔ افطار اور روزہ کشائی کا اہتمام بھی کیا جاتا رہا۔ اس درس میں اوسط حاضری 25 افراد تھی۔

خواتین کے پروگرام

حسب سابق اس سال بھی خواتین کے ہفتہ وار پروگرام مختلف جگہوں پر منعقد ہوئے۔ اِس سلسلہ کا ایک پروگرام چودھری محمد جاوید کی رہائش گاہ پر ہوا، جس میں خواتین کی حاضری 25 کے قریب ہوتی تھی۔ دوسرا پروگرام چودھری ارشد جاوید کے ہاں ہوا۔ یہاں حاضری 40 کے قریب تھی۔

ختم قرآن کی محافل

معروف وکیل جناب احسن حفیظ کے ہاں ختم قرآن کی محفل میں بھی خطاب ہوا۔ اس خطاب میں 70 خواتین اور 40 حضرات شریک ہوئے۔ علاوہ ازیں پروگرام میں ساہیوال سے تعلق رکھنے والے پنجاب کابینہ کے وزیر عشر وزکوٰۃ ملک ندیم کامران (جو صاحب خانہ احسن حفیظ کے ہم زلف ہیں) بھی شریک تھے، اور انہوں نے مکمل خطاب سنا۔ اسی رات جناب عبداللہ سلیم کے بیٹے عزیزم حافظ معاذ عبداللہ کے ختم قرآن کے موقع پر عبداللہ سلیم کے گھر پر خطاب ہوا۔

27ویں شب کو میاں محمد یونس کے رہائش گاہ پر ہوا۔ خطاب یہاں خواتین وحضرات کی حاضری تقریباً 150 افراد تھی۔ یہ پروگرام دو گھنٹے پر محیط تھا۔ معززین شہر ڈاکٹرز، وکلاء اور کاروباری حضرات نے ذوق وشوق سے پروگرام میں شرکت کی۔

29ویں شب کو میاں لطیف صاحب کے ہاں ختم قرآن کی محفل ہوئی۔ یہاں قرآن مجید سنانے کی سعادت میاں لطیف کے بیٹے حافظ بشیر نے حاصل کی۔ یہاں بھی مفصل خطاب ہوا۔ خطاب اور دُعا کا دورانیہ ایک گھنٹہ رہا۔ 70 کے قریب خواتین وحضرات نے اِس پروگرام میں شرکت کی۔

جمعۃ الوداع کا خطاب جامع رحیمیہ میں ہوا۔ یہ اہلحدیث حضرات کا بہت بڑا مرکز ہے جو معروف ڈاکٹر سرفراز صاحب کے زیر انتظام چل رہا ہے۔ 200 کے قریب افراد نے یہ خطاب سنا۔

ماہ رمضان کے دوران دو افراد نے تنظیم میں شمولیت اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے اور انہیں ہمارے لیے توشۂ آخرت بنائے۔ (مرتب: رفیق تنظیم)

تنظیم اسلامی ماموں باجوڑ کا رمضان المبارک میں روح پرور پروگرام

بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے رمضان المبارک کے دوران تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن کی جو روایت قائم کی، اُس کو پورے ملک میں قبول عام حاصل ہو رہا ہے۔ تنظیم اسلامی کی ملک بھر میں پھیلی ہوئی دیگر تناظیم کی طرح تنظیم اسلامی ماموند باجوڑ نے بھی رمضان المبارک میں دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا۔ یہ پروگرام امت ماڈل سکول مینہ میں بعد نماز ظہر تا عصر ہوتا رہا۔ ترجمہ قرآن کی سعادت نبی محسن نے حاصل کی۔ پروگرام کا آغاز رمضان المبارک سے پانچ دن پہلے ہوا اور اس کی تکمیل ستائیسویں رمضان المبارک کو ہوئی۔ رفقاء اور احباب کی کثیر تعداد نے اس روح پرور پروگرام میں کل وقتی شرکت کی۔ ترجمہ قرآن کے اختتام پر شرکاء نے جو تاثرات بیان کیے، اُن سے ہمیں بڑا حوصلہ ملا۔ 27 رمضان کو جب ترجمہ قرآن کا اختتام ہوا، پروگرام کے شرکاء کے لیے افطاری کا اہتمام کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے، اور ڈاکٹر صاحب مرحوم کے لیے صدقہ جاریہ بنائے۔ (آمین) (مرتب: یوسف جان)

ماہ رمضان المبارک کے دوران حلقہ پنجاب شرقی کی دعوتی سرگرمیاں

تنظیم اسلامی حلقہ پنجاب شرقی کے زیر اہتمام ماہ رمضان کے دوران درج ذیل پروگرام ہوئے۔

عارفوالا میں قبولہ روڈ پر واقع نور محل شادی ہال میں روزانہ بعد از نماز فجر ایک گھنٹہ دورانیہ پر مشتمل قرآن حکیم کے منتخب نصاب کا درس ہوتا رہا۔ جس میں خواتین و حضرات کے لئے الگ الگ محافل کا اہتمام کیا گیا تھا۔ خواتین کے پروگرام میں حاضری 90 کے قریب رہتی تھی اور مرد حضرات کی محفل درس میں 65 کے قریب افراد مستقل شرکت کرتے۔ ان دروس میں بیان کی ذمہ داری (امیر حلقہ) محمد ناصر بھٹی اور پروفیسر ممتاز احمد سرانجام دیتے رہے۔

نماز تراویح کے دوران ترجمہ و مختصر تشریح کا پروگرام بھی روزانہ منعقد ہوتا رہا، جس میں مقرر کی ذمہ داری ڈاکٹر محمد محسن ادا فرماتے رہے۔ اس پروگرام میں سامعین کی اوسط تعداد 40 رہی۔ اس پروگرام کا انعقاد چک نمبر 171 ای بی میں ہوتا رہا اور یہ صرف مردوں کے لئے تھا۔

نور محل شادی ہال میں احباب کے لئے ایک افطار پارٹی کا بھی اہتمام کیا گیا، جس میں 300 کے قریب احباب کو افطار ڈنر دیا گیا۔ افطاری کے بعد وہیں پر مغرب کی نماز ادا کی گئی اور اس کے بعد اللہ داد نظامی نے اقامت دین کے موضوع پر انتہائی مدلل اور جامع گفتگو فرمائی۔ ان کے خطاب کے بعد شرکاء کے لئے کھانے کا اہتمام کیا گیا، اور کھانے کے بعد یہ بابرکت محفل اختتام پذیر ہوئی۔ اس افطار ڈنر کا اہتمام ملک لیاقت نے کیا تھا۔ اللہ رب العزت ان کے ان انفاق کو شرف قبولیت بخشے اور ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔ (آمین)

(مرتب: عابد حسین)

تنظیم اسلامی گوجرانوالہ کی دعوتی سرگرمیاں

رمضان المبارک سے قبل گوجرانوالہ تنظیم کے نقباء کی ایک میٹنگ امیر مقامی تنظیم کے ساتھ ہوئی، جس میں نقباء نے امیر تنظیم کی توجہ اس بات کی طرف مبذول کرائی کہ گوجرانوالہ کی سطح پر تنظیم کے تعارف کو عام کیا جائے، جس کی فی الوقت خاصی کمی محسوس ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں دوسرے شہروں کی طرح گوجرانوالہ میں بھی دورۂ ترجمہ قرآن کا اہتمام کیا جائے۔ امیر تنظیم نے نقباء کی تجاویز سے اتفاق کیا اور طے پایا کہ ان دونوں چیزوں کا بھرپور اہتمام کیا جائے گا۔ فیصلہ کیا گیا کہ رمضان کے دوران رفقاء نماز جمعہ شہر کی مختلف مساجد میں ادا کریں گے اور وہاں پر ہینڈبل، اور کتابچوں کی تقسیم اور بینرز کے ذریعے لوگوں میں تنظیم کا تعارف کو بڑھایا جائے گا اور الحمدللہ ایسا ہی کیا گیا۔ مقامی امیر اور رفقاء نے رمضان المبارک کا پہلا جمعہ گوجرانوالہ کی مرکزی مسجد شیرانوالہ باغ میں ادا کیا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد "قرآن کا مطالبہ" کے عنوان سے ہینڈبل تقسیم کیا گیا۔ قرآن مجید کے حقوق بارے بینرز بھی آویزاں کیے گئے۔ علاوہ ازیں بانیٔ محترم کی کتاب "قرآن مجید اور ہماری ذمہ داریاں" بھی تقسیم کی گئی۔ دوسرا جمعہ جامع مسجد الفتح پیپلز کالونی میں ادا کیا گیا۔ وہاں بھی بعد نماز جمعہ یہی مصروفیات رہیں۔ تیسرا جمعہ مسجد مکرم ماڈل ٹاؤن میں ادا کیا گیا۔ مکرم مسجد شہر کی بڑی مسجد ہے، جس میں دور دراز سے لوگ جمعہ پڑھنے آتے ہیں۔ رمضان المبارک کا چوتھا جمعہ مرکز تنظیم اسلامی گوجرانوالہ میں ہی ادا کیا گیا۔ نماز جمعہ کے بعد رفقاء نے حلقہ کی سطح پر منعقدہ مظاہرے میں شرکت کی۔

دورۂ ترجمہ قرآن کے پروگرام کا بھی اہتمام کیا گیا۔ اس پروگرام میں مدرس ناظم حلقہ گوجرانوالہ ڈویژن تھے۔ ہمارے ایک رفیق شہزاد انجم نے جو چند ماہ قبل تنظیم میں شامل ہوئے، اپنے گھر کے قریب اہلحدیث زینب مسجد میں دس دن کا اعتکاف کیا۔ اس دوران بانیٔ محترم کا بیان کردہ ترجمہ قرآن بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا، لوگوں کی بڑی تعداد نے اس پروگرام میں شرکت کی اور مسلسل اس پروگرام کو سنا۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہماری ان مساعی کو قبول فرمائے۔ آمین

(رپورٹ: حافظ محمد عاصم)

تنظیمی اطلاع

حلقہ جات "سندھ زیریں" و "سندھ بالائی" کے ناموں کی تبدیلی

اب ان حلقہ جات کو بالترتیب حلقہ حیدرآباد اور حلقہ سکھر کہا جائے گا

گزشتہ توسیعی عاملہ کے اجلاس میں امیر حلقہ سندھ زیریں کی طرف سے تجویز آئی تھی کہ حلقہ جات "سندھ زیریں" و "سندھ بالائی" کے ناموں کو تبدیل کر کے حلقہ "حیدرآباد" اور حلقہ "سکھر" رکھ لیا جائے۔ اُنہوں نے اس پر امیر حلقہ سندھ بالائی سے بات کی تو اُنہوں نے بھی اس رائے سے اتفاق کیا۔ بعد ازاں اس حوالے سے اُن کی طرف سے تحریری خط بھی موصول ہوا۔ امیر محترم نے مرکزی عاملہ کے اجلاس منعقدہ 30 ستمبر 2010ء میں مشورہ کے بعد دونوں حلقوں "سندھ زیریں" و "سندھ بالائی" کے نام تبدیل کر کے بالترتیب حلقہ "حیدرآباد" اور حلقہ "سکھر" رکھنے کا فیصلہ فرمایا۔

"بیشک اے قرآن او راہ دسیندا اے جیڑی سدّی اے"

ترجمہ و تفسیر قرآن

(سرائیکی زبان میں)

مدرس: ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی

(امیر حلقہ پنجاب جنوبی)

9 عدد DVD سیٹ صرف -/350 روپے میں

اپنے **علاقائی تنظیمی مراکز** سے رابطہ کریں، یا براہِ راست مرکز سے منگوانے کے لیے

اپنا آرڈر بذریعہ خط، ای میل یا فیکس بھیجیں

مرکز **تنظیم اسلامی**

67۔ اے علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور

فون: 36316638-36366638، فیکس: 042-36271241

ای میل: markaz@tanzeem.org

Eman by referring to its substance: Belief in Allah, His Angels, His Books, His Messengers, the Last Day, and Allah's power over good and evil.

Other reports shed further light on the distinction between Islam and Eman: "Islam is what is visible, while Eman is in the heart" (*Ahmad*).

"A Muslim is one from whose hand and tongue other Muslims are safe. A believer (*Mu`min*) is one whom people trust with their life and wealth. An Émigré is one who gives up error. And a *mujahid* is one who struggles with his life for God" (*Ahmad*, *Nasa`e*; part of it is recorded in *Bukhari*). This Hadith teaches that to possess Eman has higher moral requirements than to have Islam. A Muslim is one from whose hands other Muslims are safe, but a *Mu`min*, a believer, is superior in many ways: His benevolence is not limited to other Muslims, but to all human beings, in fact all creation. Furthermore, people not only feel safe from a believer, but trust him to a degree that they can trust their lives, families and wealth with him.

Another Hadith has it: The Prophet ﷺ was asked: "What is Islam?" He said: "Sharing food and good speech." He was asked: "What is Eman?" He said: "Forgiveness and patience." He was asked: "Who among Muslims is the best?" He said: "From whose hands and tongue other Muslims are safe." He was asked: "Which of the believers is the best?" He said: "The best of them in character" (*Nasa`e*).

This Hadith once again suggests that a believer holds a higher status than a Muslim. A believer not only shares food and speaks truthful and beneficial speech, but is characterized by the virtues of forgiveness and patience generally. (*Courtesy: Al-Jumuah*)

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں مقیم رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 20 سال، بی اے آنرز اسلامیات کی طالبہ، کے لیے دینی رجحان کے حامل خاندان سے رشتہ مطلوب ہے۔ برائے رابطہ 0300-4470866

☆ راولپنڈی میں مقیم سید فیملی سے تعلق رکھنے والے رفیق تنظیم کو اپنی بیٹی، عمر 25 سال تعلیم ایم ایڈ، ایم اے اسلامیات کے لیے دینی مزاج کے حامل تعلیم یافتہ نوجوان کا رشتہ درکار ہے۔ رفیق تنظیم کو ترجیح دی جائے گی۔ برائے رابطہ 0300-5187030

☆ لاہور میں رہائش پذیر فیملی کو اپنی دو بیٹیوں، عمر 25 سال (ہومیو پیتھک ڈاکٹر) اور عمر 27 سال لیکچرر کے لیے پڑھی لکھی فیملی سے دینی مزاج کے حامل رشتے درکار ہیں۔

برائے رابطہ 0300-6747047

☆ جڑانوالہ میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنے بیٹے، عمر 32 سال، تعلیم بی اے، برسر روزگار کے لیے دینی گھرانے کی لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ 0321-7580111

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم اے اکنامکس، قد 5 فٹ کے لیے تعلیم یافتہ، برسر روزگار لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔ برائے رابطہ:

0321-4056153 - 042-35226130

☆ مغل فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم پوسٹ گریجویٹ، ٹیچر، دراز قد، فرائض کی پابند کے لیے دینی گھرانے سے ہم پلہ رشتہ مطلوب ہے۔ ذات پات کی قید نہیں۔

برائے رابطہ: 0343-4072682

الشریعہ اکادمی گوجرانوالہ کے زیر اہتمام

درس نظامی کے فضلاء کے لیے

خصوصی تربیتی کورس

(محرم الحرام تا رجب المرجب ۱۴۳۲ھ)

زیر نگرانی: مولانا ابو عمار زاہد الراشدی

مضامین:

☆ حجۃ اللہ البالغہ کے منتخب ابواب
☆ مسلم افکار و تحریکات
☆ تقابل ادیان و مذاہب
☆ جدید مغربی فکر و فلسفہ
☆ سیاسیات، معاشیات اور نفسیات کا تعارفی مطالعہ
☆ انگریزی و عربی زبانیں
☆ کمپیوٹر سائنس
☆ مطالعہ اور تحقیق و تصنیف کی تربیت

ضروری کوائف اور اسناد کی نقول کے ہمراہ درخواستیں ۱۰؍ ذی الحجہ تک بھیج دی جائیں۔

داخلہ کے لیے ٹیسٹ اور انٹرویو میں کامیابی ضروری ہے

الشریعہ اکادمی، ہاشمی کالونی، کنگنی والا گوجرانوالہ

0313-7542494 ،0302-6762366

Uwaymir Anjum

DIFFERENTIATING ISLAM AND EMAN

The most explicit definition of "Eman", and its emphatic distinction from the stage of "Islam", appears in the Quran in Surah *Al-Hujrat*. Allah says:

> "The Bedouins have said: We believed. Say to them: You have not believed, but you should say: We have become Muslims. Eman has not yet entered your hearts. If you obey Allah and His Messenger ﷺ He will not belittle any of your deeds. Verily, Allah is oft-forgiving, ever-merciful." [49:14]

The context of this verse is that the Bedouins who had adopted Islam's basic pillars boasted of their Eman to the Prophet ﷺ and acted in ways unbecoming of the believers in Madinah. Typically, one reads in the Quran only divine encouragement and reward for those who came and joined Islam. But this matter of conflation between Eman and entry-level Islam was significant enough for Allah, the Most High, to immediately correct them, and then give a comprehensive definition of Eman.

> "Believers are only those who believe in Allah and His Messenger ﷺ then have not a speck of doubt, and strive by their wealth and lives in Allah's path. Such are the truthful (in their claim to belief)." [49:15]

The particle "*innama*" in this verse is used to express exclusivity; that is, something cannot be called an X unless it has the stated qualities. The list of qualities may not be exhaustive. For instance, a car is only such a mechanical device that has wheels. It may have other necessary or auxiliary features as well. But there cannot be a complete, functioning car that does not have wheels. (For detailed discussion of this point, see *Ibn Taymuyyah*, K. al-Eman)

The structure of the verse also points to a process of Eman. The clause "Believers are only those who believe in Allah and His Messenger ﷺ" is followed by "*thumma*" which indicates a "next stage" to the process, in which one who embraces faith is then faces with the challenge of doubts. Only those who overcome these doubts and have not even the minutest of them left lingering in their hearts, and who therefore engage in the full struggle that this faith requires, can be called true believers. It also suggests that many will see a glimpse of faith but then fail in the next stage, thus becoming victims of confusion, hypocrisy, or inaction.

This verse also states that believing without any doubt and striving in Allah's path are the fundamental requirements of Eman. The Prophet ﷺ said, explaining the requirement of striving in Allah's path as a requirement of Eman: "Whoever dies without going out in Allah's path or at least sincerely desiring to do so, dies with an element of hypocrisy" [*Muslim, Abu Dawood*). This means that striving in Allah's path is an obligation. Striving is a genus under which there are many types of acts, and every believer, according to the ulema, has an obligation to strive in one or more of the types, the highest of these types being, in the words of the Prophet ﷺ: "Raising the word of truth (or word of justice, in some narrations) against an oppressive authority" (*Ahmad*, *Nasa`e*, *Abu Dawood*, graded *Sahih* or *Hasan*).

Numerous reports from the Prophet ﷺ indicate that Eman is a higher status of being in Islam. We are familiar with the famous Hadith of Gabriel, narrated by *Bukhari*, in which the Prophet ﷺ defines, in response to questioning by Gabriel, the most fundamental concepts of God's religion: Islam, Eman and *Ehsan*, which appear in this ascending hierarchical order. This Hadith defines